اردو کی
دو قدیم مثنویاں

از

اسمٰعیل امروہوی

مرتبہ

نائب حسین نقوی

مجلس ترقی ادب ، لاہور

اسمٰعیل امروہوی کی یہ دونوں مثنویاں لسانی اور ادبی اعتبار سے بڑی اہمیت کی حامل ہیں - ان سے اس نظریے کو بہت تقویت ملتی ہے کہ ابتدائی دور میں شمالی ہند کے اردو شاعر اور ادیب محض دکنی اردو ادب سے متاثر ہو کر اردو کی طرف مائل نہیں ہوئے بلکہ ان کی تخلیقی سرگرمی خود شمالی ہند ہی کے حالات کی مرہون منت تھی - در حقیقت ان کی تصانیف کو ایک الگ مگر متوازی ادبی تحریک کا حصہ سمجھنا چاہیے -

شمالی ہند سے قدیم اردو ادب کے جو نمونے اب تک دستیاب ہوئے ہیں ان میں ان مثنویات کو اولین مقام حاصل ہے اور یقین ہے کہ اس کتاب کی اشاعت علمی اور ادبی حلقوں میں پسندیدگی کی نظر سے دیکھی جائے گی -

اسمٰعیل (۱۰۵۴ھ ؟ — ۱۱۲۳ھ) کا تعلق ایک ایسے خانوادے سے تھا جس کے متعدد افراد مغلیہ دور میں اہم منصبوں پر فائز رہے تھے - اسمٰعیل اورنگ زیب عالمگیر کے عہد میں کسی علمی منصب پر مامور تھے - ان کا شمار امروہے کے علماء کی صف میں ہوتا تھا - ان کی تصانیف میں صرف یہی دو مثنویاں زمانے کی دست برد سے باقی بچی ہیں - ایک اور مثنوی 'سوت ندی' کا صرف ذکر ملتا ہے -

اسمٰعیل خالص شمالی ہند کے شاعر ہیں - ان کے کلام میں دکنی ، گجراتی اور پنجابی الفاظ بھی موجود ہیں جو اس امر کا ثبوت ہے کہ اردو اُس وقت بننے سنورنے کے ابتدائی مراحل میں تھی اور

طبع اول : جنوری ۱۹۷۰ع

تعداد : ۱۱۰۰

ناشر : سید امتیاز علی تاج ، ستارہ امتیاز
ناظم ، مجلس ترقیِ ادب ، لاہور

مطبع : نقوش پریس ۔ لاہور

مہتمم : محمد طفیل

سرورق وغیرہ : مطبع عالیہ ۱۲۰/۵ ٹمپل روڈ ، لاہور

قیمت : چھ روپے

اُردو کی دو (۲) قدیم مثنویاں

اسمٰعیل امروہوی

ترتیب و تحقیق
نائب حسین نقوی

مجلس ترقیِ ادب ۲۔ کلب روڈ۔ لاہور

اشاعتِ اوّل : دسمبر ۱۹۶۹ء
تعداد : ۱۱۰۰
ناشر : سید امتیاز علی تاج (ستارۂ امتیاز)
ناظم مجلس ترقیِ ادب۔ لاہور
طابع محمد طفیل مالک نقوش پریس اُردو بازار لاہور کے اہتمام سے
سید امتیاز علی تاج نے چھپوا کر مجلس ترقیِ ادب کلب روڈ لاہور سے شائع کیا۔
کتابت : منیر احمد انیس

قیمت : ۶ روپے

جناب مستطاب معلی الالقاب "جسٹس" ایس اے رحمان صاحب بالقابہ

(سابق "قاضی القضاۃ" برصغیر)

کی خدمت میں

❖

خاکسار

ثاقب نقوی

ترتیب کتاب

❖

حرفِ آغاز

اپنی عدیم الفرصتی اور اس تاخیر کی معذرت اب کس سے کی جائے۔ جانے والا' چلا گیا۔ دو سال گذرنے کو آئے۔ بمبئی میں زیرِ نظر مثنوی "معجزۂ انار" کی ترتیب کے لیے مرحوم نجیب اشرف صاحب ندوی نے فرمایا تھا، لیکن میں نے عرض کیا تھا کہ میں انتہائی عدیم الفرصت رہتا ہوں "روز کنواں کھودنا اور پانی پینا" میرا شعار بن گیا ہے۔ نہ کسی ادارے سے منسلک ہوں، نہ کسی انجمن کا معمار یا رکن۔ ایامِ زندگی کے گذارے کے لیے ضروریاتِ زندگی کے حصول کو مقدم سمجھتا ہوں۔ روزانہ پندرہ بیس صفحات کسی نہ کسی بیئت سے جب تک نہ لکھ لوں' زندگی آگے نہیں بڑھتی ـــ میرے جمود اور گمنامی کا سبب یہی ہے ـــ رسائل و جرائد کے لیے مضامین لکھنے کو بھی وقت چاہیے۔ ادبؒ برائے روزگار کا قائل ہو گیا ہوں۔ اگرچہ یہ تصوّر معیاری نہیں' لیکن کسی انجمن یا ادارے کی رکنیت حاصل کرنے یا کسی ملک گیر ادارے کی بنیاد رکھ کر' روزی حاصل کرنے کے لیے بھی وقت درکار ہے ـــ لہٰذا بہ شرطِ فرصت یہ اہم کام انجام دے سکوں گا۔

میری باتیں سن کر مرحوم چپ چپ سے ہوئے لیکن ایک منٹ کے سکوت کے بعد فرمایا:

"پھر بھی عجلت ضروری ہے"۔

اگرچہ آپ کے اس مخطوطے کی نقل" سہ ماہی مجلّہ اردو کراچی" میں دس بارہ سال پہلے شائع

کرا چکا ہوں لیکن اسمٰعیلؔ کے حالات اور تعیینِ عہد کے بغیر یہ سب کچھ بیکار ہی سا ہے۔

اب ایسی مثنوی جس کی بنیادوں پر تاریخِ ادبِ اردو کی تعمیر ہونا ہے، اس کی ترتیب و تحقیق کے لیے کتب کے حصول کی ضرورت تھی۔

بہرحال ندوی صاحب رخصت ہو چکے ہیں۔ آج بقیدِ حیات ہوتے تو سُرخروئی حاصل ہوجاتی۔ نہیں کہہ سکتا کہ دونوں مثنویوں کی قدروں کے تعیّن میں افراط و تفریط تو نہیں ہو گئی! — اس حقیقت کو قارئین اور محققینِ ادب ہی پرکھ سکیں گے — میں نے اپنا ذاتی مخطوطہ پڑھنے اور سمجھنے کے لیے متعدد اکابرین و مفکرین کا محض سہارا ہی نہیں لیا بلکہ ان میں سے بعض عمائدین و محققین نے میرے ساتھ برابر کا تعاون بھی کیا ہے۔

ہدیۂ تشکّر

بنیادی مخطوطے کو صحیح طور پر سمجھ لینے کی ضرورت اس لیے تھی کہ اس کی تحقیق اور تعیینِ اقدار کے بعد شمالی ہند کی تاریخِ ادبِ اردو خصوصیّت سے متاثر ہوگی۔

میں نے اوّل تو امروہہ کی تاریخوں میں اسمٰعیلؔ کی تلاش کے لیے اپنے اعزّا اور ہم وطن اربابِ ادب کا سہارا لیا، جن میں سے اہم ترین ذات میرے بھائی سید صفی مرتضٰی صاحب کی تھی، جو اس کی طباعت سے پہلے ہی دنیا سے رخصت ہوگئے۔

دوسرے بزرگوں میں مولوی محمد عبادت صاحب قبلہ اور میرے بھائی سید سخی حسن صاحب اور کلب علی خاں صاحب فائقؔ رام پوری ہیں — پھر لاہور آکر ڈاکٹر عبادت بریلوی کی خدمت میں جس وقت موجودہ مخطوطہ بطور مشورہ پیش کیا تھا آپ اسی وقت سے مصر تھے اور برابر زور دے رہے تھے کہ آخر اس کی طباعت میں دیر کیوں؟

اور دراصل اب سے اٹھارہ سال قبل اسمٰعیل امروہوی کے متعلق تحقیق کا جذبہ آپ ہی کی بدولت پیدا ہوا جس کا تذکرہ دیباچے میں کیا گیا ہے اور اب بھی اس کی طباعت و اشاعت میں آپ کی مخصوص و مخلصانہ خواہشات شامل ہیں۔

اسمٰعیل کی تاریخی تحقیق کی تکمیل کے مراحل طے ہو جانے کے بعد مخطوطے کا صحیح طور پر پڑھ لینا اور قدیم الفاظ کا سمجھنا ضروری تھا۔ مخطوطے کا ایک ایک لفظ، ایک ایک مصرع اور ہر شعر کے پڑھنے میں دشواریاں پیش آئی ہیں، اور میں نے متواتر دو سال ان اکابرین کا وقت خراب کیا ہے اور ان میں سے ہر ایک نے میرے ساتھ پورا پورا تعاون فرمایا ہے۔ ان زعمائی صف میں سب سے اوپر سید وقار عظیم صاحب، کلب علی خاں صاحب فائق رام پوری اور رشید حسن خاں صاحب دہلی یونیورسٹی کے اسمائے گرامی آتے ہیں۔

خصوصیت سے پہلی مثنوی کی ترتیب میں سید وقار عظیم صاحب اور دوسری میں ڈاکٹر وحید قریشی صاحب کے اہم ترین حصے ہیں۔ دونوں مثنویات کے اسی فیصد پنجابی الفاظ کے سمجھنے اور سمجھانے میں میرے محترم دوست ڈاکٹر سید اکرام حسین صاحب اور جناب گوہر نوشاہی کا تعاون شامل ہے۔ اگرچہ ندوی صاحب مرحوم میرے مخطوطے اور اپنی نقل کو بہت کچھ پڑھ چکے تھے۔

ان اکابرین کے علاوہ دوسرے زعمائے ادب و تحقیق نے، مخطوطے کے پڑھنے، لسانی اعتبار سے ماخذ زبانوں کے الفاظ سمجھنے نیز میرے دیباچے کی تکمیل کے لیے بیشتر مواد عنایت فرمایا ہے۔ میں نے کوشش کی ہے کہ اسمٰعیل کے عہد و عصر کے زبان و بیان کے ماہرانہ انتزاع مسائل موجودہ مثنویات کی اشاعت سے پہلے ہی بڑی حد تک طے ہو جائیں اور بعد میں اعتراضات کی گنجائش کم سے کم رہ جائے۔

میں ان بزرگ محققین اور اکابرین کے تعاون سے بے حد متاثر بھی ہوں اور ممنون و

متشکر بھی — !

جناب سید مسعود حسن صاحب ادیب، لکھنؤ

سید شبیہ الحسن صاحب، لکھنؤ یونیورسٹی

سید زوّار حسین صاحب نقوی امروہوی، لکھنؤ

ڈاکٹر سیّد اکرام حسین صاحب

ڈاکٹر صفدر آہؔ، بمبئی

احمد بشیر صاحب راہی لاہور۔

موجودہ مثنوی کے سلسلے میں کہیں بھی جناب محترم سید امتیاز علی صاحب تاجؔ یہ القابہ "ناظم ادارۂ ہذا" کے اسم گرامی کا اظہار محض اس لیے نہیں کیا کہ اس عمل سے آپ کے خلوص، شفقت اور قربت میں کمی کی گنجائشیں نکل سکتی ہیں — آپ نے تو اس مثنوی کے ہر ہر مرحلے اور منزل پر مجھے اپنی بزرگانہ شفقتوں اور زرّیں مشوروں سے فیض یاب فرمایا ہے۔

فی زمانہ کسی کتاب کی تصنیف، تالیف یا ترتیب کو اتنی اہمیت نہیں رہی ہے جتنی اس کی طباعت کے مراحل و منازل کا طے کرنا محال سا ہو گیا ہے — کتاب لکھی جاتی ہے اور سالہا سال تک طباعت کی نوبت نہیں آتی۔

مجھے کتاب کی طباعت میں عجلت تھی اور مجلس کے نامساعد حالات اس کے متقاضی نہ تھے، لیکن جناب محترم معلی الالقاب سابق چیف جسٹس ایس اے رحمان صاحب بالقابہ نے میرا مسودہ خصوصیت سے ملاحظہ فرمایا اور گویا کہ طباعت کے اہم ترین مرحلے کا سر ہو جانا، جناب موصوف ہی کی نظرِ عنایت کا نتیجہ تھا اور اسی لیے اپنی موجودہ محنت کو جناب کے نامِ نامی سے منتسب کرنے کی سعادت حاصل کر رہا ہوں۔

اس کے بعد "مجلس" کے ادبی بورڈ کے ارکان جناب ایس ایم اکرام صاحب آئی سی ایس ناظم ثقافتِ اسلامیہ، ڈاکٹر عبادت بریلوی صدر شعبہ اُردو پنجاب یونیورسٹی لاہور، جناب فائق صاحب رام پوری اور گوہرؔ نوشاہی صاحب کے لیے اظہارِ تشکر میرا اخلاقی فریضہ ہے۔ آپ لوگوں نے بہ اتفاق آراء میری موجودہ تحقیق پر علاوہ طباعت کے ایک مخصوص انعام طے فرمایا۔

کتابت و طباعت

ذوالفقار احمد صاحب مشیر شعبہ طباعت ادارۂ ہذا کا شکریہ ادا کرنا بھی ضروری ہے آپ نے طباعت کے مراحل میں انتہائی محنت اور تگ و دَو کی ہے اور زیادہ سے زیادہ وقت صرف کر کے چند ہی دن میں کتاب کی تکمیل کر دی۔

مجلس ترقیِ ادب میں سب ہی کتب "ٹائپ" میں طبع ہوتی ہیں لیکن موجودہ مثنویات کا قدیم املا اور الفاظ کی ساخت خطِ نسخ میں ظاہر کرنا مشکل تھا لہٰذا اس کی طباعت "آفسٹ پر ہونا" مناسب سمجھی گئی، چنانچہ احمد بشیر راہیؔ (ایڈیٹر ماہنامہ "مہر و ماہ" لاہور)، نے اپنی سرپرستی میں، شہر کے نامور خوش نویس منیر احمد انیسؔ سے ہفتہ عشرہ کے اندر کتابت کی مہم نہایت خوش سلیقگی کے ساتھ طے فرما دی۔

نائبؔ نقوی

دیباچہ

مخطوطے کی بازیافت

میرے لاشعور میں بھی نہ تھا کہ اسمٰعیل کی کوئی مثنوی کبھی مجھے مل سکتی ہے لیکن جب کچھ ملنا ہوتا ہے تو حالات خود بخود ساز گار ہو جاتے ہیں۔ "واقعہ یہ ہوا" کہ اردو کے "ادبی اور بنیادی ڈرامے کی برسوں سے مسلسل جستجو تھی، علیگڈھ، دِلّی، لکھنؤ، پٹنہ، رام پور، اور آگرہ ہر جگہ تلاش کیا، اور آخری سعی کے لیے بمبئی کا عزم کیا — جہاں ڈراما بھی دستیاب ہوا، اور موجودہ مثنوی کا راز بھی کھل گیا۔

بمبئی کے سفر سے پہلے ۱۹۶۵ء میں اپنے وطن امروہہ میں کافی عرصہ قیام کرنا پڑا — چنانچہ "بیکار مباش کچھ کیا کر" کے مصداق ایک دن گھر کے ٹوٹے پھوٹے صندوق صحن میں نکالے۔ دیمک خوردہ کتابیں، رجسٹر، کاپیاں، ادعیہ و وظائف کی کتب اور سب کچھ تلپٹ کر ڈالا۔ کئی نایاب کتب ملیں۔ اس میں ایک بدخط لکھی ہوئی کاپی بھی ہاتھ آئی جو سینکڑوں بار بیکار سمجھ کر اسی طرح ڈال دی جایا کرتی، اور کبھی ردّی میں بھی فروخت نہ کی گئی تھی۔ غالباً اس کی وجہ یہ ہوگی کہ اس کا بوسیدہ اور دیرینہ کاغذ کون خرید کرتا۔

اس مرتبہ وقت زیادہ تھا۔ کام کوئی تھا نہیں — لہذا ہر شے الٹ پلٹ کر دیکھی، پڑھی اور ہر وہ کتاب، رجسٹر اور کاغذ محفوظ کر لیا، جس کے متعلق ذرا سا بھی کار آمد ہونے کا تصوّر

ہو سکتا تھا۔ اسی میں یہ پونے تین سو سال پرانی کاپی بھی تھی، جس کے صفحہ آخر پر ہلکی سُرخ روشنائی سے لکھا تھا "رفعہ الیاس" — چنانچہ اس کی پہلی مثنوی جو چار سے دو قوفوں کی کہانی کے عنوان سے لکھی تھی — پڑھی — اور قدیم سمجھ کر محفوظ کر لی، جو بکس میں رکھی رہی، پھر اس کے آگے پڑھنے کی نوبت نہ آ سکی۔

۱۹۶۷ء میں جب بمبئی گیا، تو نجیب اشرف صاحب ندوی سے بھی ملنا ضروری تھا۔ چنانچہ خدمت میں حاضر ہوا، اور زمانۂ قیام میں متعدد ملاقاتوں کے بعد ایک دن فرمانے لگے :

"تقریباً پچاس سال ہوئے ہوں گے، امروہہ کے دورانِ قیام میں، اسمٰعیل امروہوی کی ایک مثنوی نقل کر لایا تھا، جو آج تک میرے پاس محفوظ ہے ——————
انجمن ترقی اُردو کے رسالہ "اُردو" کی جنوری ۱۹۵۴ء کی اشاعت میں کچھ حاشیوں کے ساتھ شائع بھی کرا چکا ہوں۔

عرض کیا :

"جی! وہ تو میں نے پڑھی ہے۔"

فرمایا :

"اسمٰعیل کے حالات معلوم ہو سکتے ہیں؟"

میں نے عرض کیا :

"جس قدر آپ کو معلوم ہیں، بس اس سے زیادہ میں بھی کچھ نہیں جانتا۔"

بات آئی گئی ہو گئی۔

ڈرامے کی تلاش میں سرگرداں تھا ہی، جب تھک کر چور ہو جاتا تو موصوف کی خدمت

میں جاکر بیٹھ جایا کرتا — کئی دن بعد، پھر ایک شام کو حاضرِ خدمت ہوا، اور آج وہ بوسیدہ کاپی بھی میرے پاس تھی — خیر — خیر صلاّ — کے بعد مخطوطہ سامنے رکھ دیا — کئی منٹ کی ورق گردانی کے بعد فرمانے لگے "واہ خوب کہی، جناب! — یہ لیجیے اسمٰعیل کی مثنوی — یہ تو وہی اصل مخطوطہ ہے جس سے میں نے یہ نقل کی تھی —

اب دیکھا — تو حقیقتاً اس مخطوطے کی" دوسری مثنوی" اسمٰعیل کی تھی — ندوی صاحب نے اپنا مخطوطہ نکالا — دونوں ملائے گئے ______________ الفاظ میں تغیر و تبدّل تھا ______ اور میرا مخطوطہ — بنیادی اور مصنّف کی حیات کا — جس کا انکشاف بعد میں ہوا ______

کئی دن اس پر گفتگو ہوئی۔

آخر میں طے ہوا کہ اس کو ترتیب دے لیا جائے، چنانچہ اسمٰعیل کے عہد و عصر کی تحقیق اور ترتیبِ مثنوی کا کام میرے سپرد کر دیا گیا۔

ڈراما مل گیا — میں لکھنؤ واپس آگیا اور یہ سوچ کر کہ اوّل اسمٰعیل کے حالات معلوم ہو جائیں، بعد میں ترتیب کے متعلق سوچا جائے گا۔ چنانچہ چند مہینے بھی گزر گئے، درمیان میں موصوف کا ایک خط بھی آیا۔ جس کا جواب بھی لکھ دیا گیا۔

اس کے بعد —

حسبِ دستور" ایک صبح کو جب اخبار پڑھنے کے لیے اٹھایا، تو سرورق ہی پر چھپا تھا:

" ندوی صاحب وفات پا گئے "

زبان سے بے اختیار نکلا :

" اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ "

ساتھ ہی شرمندگی کا احساس اور وعدہ خلافی و لا اعتنائی کے تصوّر سے ایک لمحہ کے لیے سکتے کا سا عالم طاری ہوگیا۔ چنانچہ مثنوی مکالی اور ترتیب شروع کر دی۔

مخطوطے میں دوسری قدیم مثنویاں

عام طور پر طلبا کے استعمال میں جو کاپیاں رہتی ہیں ۱۷×۲۷/۸ سائز کی کاپی پر مکمّل مسودہ ہے۔ ہر صفحے پر پندرہ سطور ہیں۔ کاپی کے ٹائٹیل کا کاغذ بانس کا موٹا اور مٹیالے رنگ کا ہے۔ کاغذ دو صدی سے زیادہ پرانا معلوم ہوتا ہے۔ پرانے مسودات عام طور پر ایسے ہی کاغذ پر دیکھنے میں آئے ہیں۔

مکمل مسودہ چالیس صفحات پر مشتمل ہے، جس میں علی الترتیب حسب ذیل مثنویاں شامل ہیں :

۱۔ قصہ پانچ بے وقوف' از عبداللہ

مثنوی کے عنوان پر کاتب نے "قصہ چار بے وقوف" لکھا ہے۔

اس مثنوی میں دو سو باسٹھ (۲۶۲) اشعار ہیں۔

کاتب نے مثنوی کے اختتام پر حسب ذیل عبارت لکھی ہے :

"تمت۔ تمام شد — کار من تمام شد — ایں تمہ کے ابیات ۲۶۰ — تمام ہوا"۔

۲۔ ایں قصہ معجزۂ انار' از اسمٰعیل

اس میں ایک سو چوالیس اشعار معجزے سے متعلق ہیں۔ آخری چار اشعار میں پہلا شعر دعائیہ — دوسرے میں مثنوی کے اشعار کی تعداد بتائی ہے۔ تیسرا سن تصنیف اور چوتھا سلام کا ہے۔

اختتام پر لکھا ہے :

" تمت - تمام شد - کارمن نظام شد "

مکمل مثنوی دس صفحات پر مشتمل ہے ۔

۳۔ قصۂ دوزناں عہدِ نبوّت ، از عابدین

سرخ روشنائی سے عنوان قائم کیا گیا ہے ۔

ایں معجزۂ خرمہ ، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم

مثنوی میں کل اکاسٹی اشعار ہیں ۔

اختتامِ مثنوی پر کاتب نے لکھا ہے :

" تمت - تمام شد - کارمن نظام شد - شیطان ہلاک شد " ۔

۴۔ قصہ جمجمۂ بادشاہ (معجزہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام) از جعفر

اس کا عنوان محض یہ لکھا گیا ہے :

" ایں قصہ جمجمۂ بادشاہ "

یہ مثنوی ایک سو اکاسٹی ابیات پر مشتمل ہے ۔

آخر میں حسبِ سابق وہی جملہ لکھا ہے ۔

اس کے بعد درمیان میں کئی صفحات سادے ہیں ، پھر بائیں صفحے سے پانچویں مثنوی شروع کی ہے ۔

۵۔ قصہ ملاں باہمن (راندیر کا قصہ) از ہاشم

یہ قصہ لاہور سے متعلق ہے اور ایک سو پچاس اشعار پر مشتمل ہے ۔ مخطوطے کا کاغذ

اچھی حالت میں ہے۔

ہر مثنوی داہنے صفحے سے شروع کی گئی ہے۔

ہر مثنوی کے عنوان کے الفاظ کے درمیان "بسم اللہ الرحمن الرحیم" سیاہ روشنائی سے اور عنوانات سرخ روشنائی سے کتابت کیے ہیں۔

مخطوطے کے ہر شعر کے درمیان ایک پھول (✿) بنایا گیا ہے۔

مخطوطے کی عام کیفیت

مخطوطے کا خط خراب ہے، جس کا املا بھی بعض جگہ درست نہیں۔

حسب دستور قدیم دو مفرد الفاظ ملا جلا کر لکھے ہیں۔

متعدد الفاظ لکھنے سے رہ گئے ہیں۔

ایسے مقامات پر صحیح لفظ تلاش کر کے لکھ دیا گیا ہے بلکہ جس محقق نے جو لفظ تلاش کیا حاشیے میں اس کی نشان دہی نہایت امانت داری سے کی گئی ہے، اس کے بعد بھی جو الفاظ پڑھنے سے رہ گئے تھے وہ مخطوطہ لکھتا کے بر وقت مل جانے سے حل ہو گئے۔

مثلاً : ایک مقام پر "بیان" کی "ن" کتابت سے رہ گئی ہے، یا

شعر نمبر ۱۴۱ کے دوسرے مصرع کا قافیہ "ادیہ" لکھنے سے رہ گیا ہے، اور وہاں ادیہ کے علاوہ دوسرا کوئی لفظ برمحل اور حسب موقع نہیں مل سکا۔

اس شعر کے حاشیے پر مخطوطے میں لفظ (ادیہ) لکھ کر ندوی صاحب مرحوم نے اپنے دستخط بھی کیے تھے۔

شعر نمبر ۱۴۳ میں مصرع یوں کتابت کیا گیا ہے :

"وہ خیرات ہوئے ..... راہ پر"

لیکن در اصل شعر اس طرح ہے ؎

کہ خیرات دیوے نبیؐ نام پر
وہ خیرات ہوئے خدا راہ پر

صحابی کو "اصحابی" کتابت کیا گیا ہے۔

نجات کا املا "نجات" لکھا ہے۔

ک۔گ کا کوئی التزام نہیں ہے۔ کہیں ک کو گ لکھا گیا ہے اور کہیں گ کو ک۔

یؔ اور ےؔ کا بھی کوئی التزام نہیں ہے دونوں کو عموماً "ی" کی کشش سے لکھا ہے جو عربی رسم الخط ہے۔

ہؔ اور ھؔ کا بھی کوئی التزام نہیں۔

ٹ۔ڈ۔ڑ پر بجائے "ط" کے حسب دستور قدیم (:::) چار نقطے لگائے ہیں نیز اس سے اندازہ کیا جا سکتا ہے کہ یہ مخطوطہ عصر قدیم کا ہے۔

آب کو ہر جگہ "اَب" یعنی الف پر "زبر" کے بجائے "مد" کے ساتھ لکھا ہے۔

اَز کے الف پر بھی مد لگا یا گیا ہے۔ یعنی اَز کے بجائے آز۔

سبھی کو "سبی" کتابت کیا ہے لیکن بعض جگہ "سبھی" ہی لکھا ہے۔

شعر نمبر ۲۷ میں سوؔیا کا "یا" کتابت سے رہ گیا ہے۔

مصرع : نہ سکھ سیج سو [یا] نہ کھایا کبھی

الف اور لام کی کشش ہر جگہ یکساں نظر آتی ہے۔

"ایسا" کا املا "ایسا" لکھا ہے۔

"صدق سے" کو "صدقیں" اور "پڑھیں" کو حسب دستورِ قدیم "پریں" لکھا ہے۔
"بانکا" اور "ہونیگہ" بھی ملا کر لکھا ہے۔

بعض مصرعے وزن اور بحر سے گرے ہوئے معلوم ہوتے ہیں لیکن ظاہر ہے، کہ اسمٰعیل نے وزن و بحر سے گرا ہوا مصرع کیسے کہہ دیا ہوگا۔

مثلاً : شعر نمبر: ۱۲۰ اِس طرح لکھا ہے ؎

بوڑھا مر گیا سب خلق دیکھتی
اس دیکھ افسوس سب کھاوتے

یا شعر نمبر ۱۲۸ : ؎

اصحابی یکے صادق نام تھا
کیا عقد ان کی دُختر کا پڑھا

ایسے اشعار میں محض قدیم و جدید دِلّی کی کھڑی بولی یا پنجابی لہجے کے سبب فرق آگیا ہے۔

شعر نمبر: ۱۲۰ میں "خلق" کے خَ اور لَ دونوں پر زبر پڑھیے — خَلَقْ

مخطوطہ کے آخری صفحہ کے ایک کونے پر بمشکل پڑھا جاتا ہے :

"رقمہ محمد الیاس"

⁂

قدیم مثنوی

"وفات نامہ بی بی فاطمہؓ" ۱۱۰۵ھ کے مختلف مخطوطات

پہلا مخطوطہ

(الف)

(مُصحّحہ مُصنّف ۱۱۰۶ھ)

یہ مخطوطہ حاجی مرتضیٰ حسین* مرحوم کے کتب خانۂ امروہہ میں محفوظ تھا۔ وہاں سے " کوئی صاحب شمیم امروہوی کے مراثی اور بعض دوسری کتب اپنے ساتھ لائے، اور وہ کسی طرح نسیم صاحب امروہوی نے اپنے پاس محفوظ کرلیں۔ ان میں سے یہ مخطوطہ بنظرِ حفاظت نیشنل میوزیم کراچی کو دے دیا۔ جس کی نقل ترقیِ اُردو بورڈ کے کتب خانے میں بھی محفوظ ہے۔ راقم الحروف نے یہ مثنوی اسی نوشتے سے نقل کی اور نیشنل میوزیم کراچی کے نسخہ سے تطابق کیا۔

---

* حاجی مرتضیٰ حسین امروہہ کے جیّد علمائیں گزرے ہیں۔ آپ کی زندگی محض درس و تدریس میں بسر ہوئی۔ امروہہ میں شاذ ہی کوئی عربی کا طالب علم اور عالم ہوگا جس نے آپ کے آگے زانوئے ادب طے نہ کیا ہو۔ اس عہد میں آپ کا دیوان خانہ بیرونی طلبا سے بھی معمور رہتا تھا۔

حیدر[1] حسین یکتاؔ نے مثنوی کے عنوان میں، علاوہ اسمٰعیل کے شجرۂ نسب کے مصنّف کا سنِ وفات، سنِ تصنیف اور سنِ نقل بھی لکھا ہے۔

لکھتے ہیں :

"الآن تاریخ نوزدہم رجب المرجب ۱۲۸۴ھ
از نسخہ کہ نوشتۂ کاملؔ جان و مرمہ و مصحّحہ مصنف
در ۱۱۰۶ھ و مالِ اخی* سید قربان[2] حسین است، نقل
نمودہ شد۔"

معلوم ہوا کہ کامل جان کا یہ نسخہ مصنّف کا تصحیح کردہ تھا اور اسی سے ۱۲۸۴ھ میں حیدر حسین یکتاؔ نے نقل کیا لیکن نسخے کی باہمی مطابقت کے بعد اندازہ ہوا کہ نسخہ "الفؔ اور بؔ" میں ایسے بعض شدید اختلافات ہیں جو ناقابلِ فہم و قیاس کیے جا سکتے ہیں، جن میں سے قابلِ ذکر کا ذکر کر دیا گیا ہے، اور باقی کی طرف محض اشارہ کر دیا ہے۔

---

۱ نسیمؔ امروہوی کے پردادا، شمیمؔ امروہوی کے والد (ناقل نسخہ)

۲ قبل الذکر حاجی مرتضیٰ حسین مرحوم کے والد ماجد۔ یہ قدیم ترین نسخہ آپ ہی کی ملکیت میں تھا۔

* شجرۂ نسب سادات رضوی تقوی محلہ دانشمندان امروہہ میں حیدر حسین یکتاؔ اور سید قربان حسین کو "چچا بھتیجا" دکھایا گیا ہے لیکن حیدر حسین یکتاؔ نے سید قربان حسین کو "بھائی" لکھا ہے۔

تفصیل نسخۂ الف

۱- یہ مخطوطہ رجسٹر سائز ۹ × ۱۳ پر سیاہ اور چمک دار روشنائی سے لکھا گیا ہے۔

۲- صفحہ ۱ ٹائیٹل پر ۷۸۶ کے بعد اس طرح عنوان لکھا ہے:

"وفاتنامۂ بیبی فاطمہ"

۳- صفحہ ۲ پر مصنف کا حسب نسب اور سنِ نقل نسخہ وغیرہ ۱۲ سطور پر مشتمل ہیں۔

۴- صفحہ ۳ پر صفحہ ۲ کی بقیّہ ۶ سطور لکھی ہیں۔ اس کے بعد ہر صفحہ پر ۱۲ اشعار ہیں۔ اس طرح مکمل مسودہ ۲۴ صفحات پر مشتمل ہے۔

۵- ہر مصرع ڈھائی انچ کی لمبائی میں لکھا گیا ہے۔ دونوں مصرعوں کے درمیان ½ انچ جگہ خالی ہے۔

۶- خط بہت صاف لیکن خوب صورت شکست ہے۔ بعض الفاظ آجکل کے املا سے مختلف لیکن عموماً مطابق ہیں۔ اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ اب سے سو سال پہلے کے خط سے ہمارے عہد کا خط بہت کچھ مشابہ تھا۔ الفاظ کے مفرد اور مرکب لکھنے میں البتہ فرق ہے۔

دوسرا نامکمل مخطوطہ

(ب)

(پہلی مثنوی ۱۳۰۵ھ مطبوعہ سہ ماہی "اردو" کراچی جولائی ۱۹۵۱ء)

۱۹۵۵ء کی بات ہے کہ ڈاکٹر عبادت صاحب بریلوی نے مولوی عبدالحق مرحوم سے متعلّقہ کوئی کام میرے سپرد کیا تھا۔ چنانچہ اسی وقت "مولوی صاحب مرحوم" نے راقم الحروف سے اس مثنوی

کے سلسلے میں میراسمٰعیل کے حالات زندگی معلوم کرنا چاہیے تھے۔ اس زمانے میں آپ کی قوت باصرہ و سامعہ تقریباً جواب دے چکی تھیں اور مرحوم بمشکل تمام دیکھ پاتے تھے۔ اسی وقت میں نے وہ نسخہ بھی دیکھا جو کرم خوردہ و ناقص تھا۔

مرحوم نے فرمایا تھا کہ میراسمٰعیل کی حیات اور احوال وعصر سے لاعلمی کے سبب ان کی اقدار کا تعین ممکن نہیں، نیز یہ مخطوطہ نامکمل ہے۔

یہ تھا اصل سبب کہ اسمٰعیل اب تک تاریکی میں رہے۔ ورنہ موصوف مرحوم' ان کے متعلق سب کچھ لکھ چکے ہوتے۔ پھر بھی بنیادی طور پر میراسمٰعیل کے نام سے تعارف کرانے کا سہرا انھیں کے سر ہونا چاہیے۔

آپ کے علاوہ چاند خاں نے اپنے سودّا سے متعلق مقالے میں میراسمٰعیل کا ذکر کیا ہے اور اسی مثنوی "وفات نامۂ بی بی فاطمہ" کا حوالہ دے کر آگے بڑھ گئے ہیں۔

اس مخطوطے کا ذکر مخطوطات انجمن ترقی اردو کراچی میں بھی موجود ہے لیکن اس میں اس مثنوی کے تین الگ الگ حصّے کر دیے گئے ہیں۔*

۱- قصۂ بی بی فاطمہ

۲- وفات نامۂ بی بی فاطمہ

۳- شادی نامۂ بی بی فاطمہ

"قصۂ بی بی فاطمہ اور شادی نامۂ بی بی فاطمہ" خود ساختہ نام کہے جا سکتے ہیں' ان کا مثنوی کے عنوانات سے کوئی تعلق نہیں' اس لیے کہ اس مثنوی کا نام مصنف نے

---

* ملاحظہ فرمایئے: مخطوطات انجمن ترقی اردو کراچی۔ نشان ۲۳۰' صفحہ ۴۰۸

"وفات نامہ" نظم کیا ہے[1]۔ اس کے علاوہ درمیانی عنوانات میں بھی "شادی نامہ اور قصہ بی بی فاطمہ" کا کہیں ذکر نہیں۔

مولوی عبدالحق مرحوم نے بیشِ نظر مثنوی کا عنوان قائم کیا ہے :

"شمالی[2] ہند کی سب سے قدیم مثنوی"

اس عنوان سے میرے دعوے کو بڑی تقویت پہنچی اور میرا کام ایک حد تک آسان ہوگیا تھا اور میں نے "مثنویاتِ اسمٰعیل" کو دلّی کی قدیم ترین مثنویات تسلیم کیا ہے۔

اس شمارے میں مثنوی نامکمل ہے جس سے بڑی مایوسی ہوئی تھی۔ (قبل الذکر) نسخۂ الف دستیاب نہ ہوجاتا تو اب بھی یہ مثنوی جوں کی توں رہ جاتی، اور قطعی ممکن ہے کہ نامکمل ہونے کے سبب ہی مولوی عبدالحقؒ نے مثنوی کے متعلق کچھ لکھنے سے گریز کیا ہو، پھر بھی موصوف مرحوم نے بعض الفاظ کی تشریح کردی ہے، جس کی تفصیل آگے پیش کی جائے گی۔

نسخہ "ج"

سید معز حسین صاحب امروہوی ایم اے ایل ایل بی، ایڈوکیٹ (علیگ) کراچی : یہ نسخہ ایسی جگہ سے دستیاب ہوا جہاں وہم و گمان

---

۱ ملاحظہ فرمائیے : مثنوی کا شعر نمبر ۳۱

۲ ملاحظہ فرمائیے : سہ ماہی "اردو" کراچی۔ جولائی ۱۹۵۱ء۔ مولوی عبدالحق مرحوم

۳ دیوان فائز۔ مرتبہ سید مسعود حسن صاحب ادیب لکھنؤ

بھی نہ ہو سکتا تھا ۔ کراچی میں پیشِ نظر مثنویات کی ترتیب و تحقیق کے سلسلے میں اپنے ہم وطن اعزا سے برابر معلومات حاصل کرتا رہا ۔ چنانچہ ——————
——— موصوف نے یہ نوشتہ عنایت فرمایا ، جس پر سن نقل تو نہیں ہے لیکن کافی عرصے کا نقل شدہ معلوم ہوتا ہے ۔ اس میں اشعار کی تعداد ، تسلسلِ اشعار اور عنوانات وغیرہ "نسخہ ب" کے عین مطابق ہیں ۔

رجسٹر سائز پر سیاہ چمکدار روشنائی سے ستائیس اشعار فی صفحہ نقل کیے گئے ہیں خط خاصا پختہ ہے ۔ تعجب خیز بات یہ ہے کہ موصوف نے اس نسخے پر جا بجا حاشیے بھی لکھے ہیں ۔ آپ کی شخصیت سے آپ کے ہم وطن محض سیاسی حیثیت سے متعارف رہے ہیں لیکن اس مثنوی پر جا بجا حاشیوں کے مطالعے کے بعد اندازہ ہوا کہ آپ کو ادب سے بھی شغف ہے ۔ راقم الحروف سے جب اس مخطوطے کے متعلق گفتگو ہوئی تو فرمانے لگے کہ :

" میں تاریخ کا طالب علم رہا ہوں اور اس حیثیت
سے موجودہ نوشتے کی حفاظت میرے لیے کوئی حیرت و
تعجب کی بات نہیں "!

بہر حال مخطوطہ "ج" مخطوطہ "ب" کی نقل ہی متصور ہو سکتا ہے البتہ اس کے بعض حاشیوں سے استفادہ کیا گیا ہے جس کے لیے موصوف کا ممنون ہوں ۔

❖

اختلافات بین النسخ

عرض کیا گیا کہ نسخہ "ج" نسخۂ "الف" کی نقل معلوم ہوتا ہے۔ ان دونوں نسخوں کی تعداد اشعار، تسلسل اشعار و الفاظ میں کوئی فرق نہیں۔

البتہ نسخۂ الف اور ب کے باہمی اختلافات کو اجمال کے پیش نظر الگ الگ دو کالموں میں پیش کر دیا گیا ہے تاکہ ایک سرسری سی نظر میں اختلافات کا اندازہ ہو جائے۔

نسخۂ الف

مخطوطہ امروہہ، کتب خانۂ حاجی مرتضیٰ حسین مرحوم

در ملکیت سید قربان حسین، وطن امروہہ

نوشتۂ حیدر حسین یکتا از نسخۂ مصححۂ مصنف سنہ ۱۱۰۶ھ (نقل کردہ در سنہ ۱۲۸۴ھ)

شخصیت اور سن متحقق۔

تعداد اشعار : ۳۱۹

نسخۂ ب

مطبوعہ: سہ ماہی اردو کراچی سنہ ۱۹۵۱ء از مولوی عبدالحق مرحوم

در ملکیت میاں شمشیر خاں، وطن نامعلوم

نوشتۂ فاضل جان

شخصیت نامعلوم

سنِ نقل نہیں ہے۔

تعداد اشعار : ۳۱۷

ایک شعر — مکرر

نسخہ الف

نسخہ ب کے حسب ذیل اشعار شامل نہیں : ۲۷، ۳۵، ۴۱، ۱۱۸، ۱۱۹، ۱۲۰، ۱۲۱، ۱۳۳، ۱۶۱، ۱۶۲، ۲۴۵ -

....

....

....

عنوان " نکاح بی بی فاطمہ شعر ۶۹ کے بعد ہے
عنوان کے بعد کا پہلا شعر مختلف ہے -

عنوان " وفات نامہ بی بی فاطمہ " شعر ۱۰۴ کے بعد ہے -

مثنوی کے متن سے پہلے :
میر اسمٰعیل کے حسب نسب کے بعد لکھا ہے -

نوشتہ کامل جان و مرممہ و مصحّحہ مصنّف در سنہ ۱۱۰۶ھ

اگر نسخہ ب کے گیارہ اشعار شامل کر دیئے جائیں تو یہ مثنوی "۳۳۰" اشعار کی ہو جائے گی -

نسخہ ب

نسخہ الف کے حسب ذیل اشعار شامل نہیں : ۱۹، ۲۰، ۲۱، ۲۲، ۲۳، ۴۷، ۹۳، ۱۱۷، ۱۳۲، ۱۳۳ -

حسب ذیل اشعار کے مصرعوں کے مضامین میں فرق ہے : ۱۲۵، ۱۲۷، ۱۷۱، ۱۸۴، ۲۷۱، ۲۷۲ -

یہ عنوان شعر ۲۸ کے بعد ہے -
بعد عنوان اختلاف شعر -

عنوان " وفات نامہ حضرت بی بی فاطمہ " شعر ۱۰۵ کے بعد ہے -

آخر مثنوی پر لکھا ہے -

....

ایں مال میاں شمشیر خاں -
کاتب الحروف فاضل جان -

نوٹ : دونوں مخطوطوں کے اشعار، مصرعوں اور الفاظ میں ۲۹۶ اختلافات ہیں - یہاں قابلِ لحاظ اختلافات پر اکتفا کی گئی ہے --- (مرتّب)

دوسری مثنوی معجزۂ انار کی مزید نقول

بنیادی مخطوطہ (نسخۂ الف) کے متعلق تفصیلات پیش کی جاچکی ہیں لیکن اب معلوم ہوا کہ یہ نسخہ الیاس خاں نے ۱۱۲۱ھ مطابق ۱۷۰۹ء (حیاتِ مصنف) میں نقل کیا تھا۔

"ب" — جوئندہ یابندہ — مثنوی کی عین تکمیل کے بعد جب کتابت شدہ کاپیاں پریس جارہی تھیں، مثنوی کا دوسرا مخطوطہ بھی کراچی سے بذریعہ ڈاک مل گیا۔ نسیم امروہوی صاحب کو ان کے کاغذات میں یہ نسخہ ملا، اور موصوف نے بر وقت رجسٹری کے ذریعہ مجھے بھجوا دیا۔

عین وقت پر اس مخطوطے کی دستیابی (اس کو معجزہ یا اتفاق جو چاہیے کہہ لیجیے) کتنی اہم اور دشوار مہم کے سر ہو جانے کے مساوی ہو سکتی ہے۔ رجسٹری ملتے ہی مثنوی کی ترتیب یکسر بدلنا پڑی اور اس کے سبب دو دن مزید تاخیر ہو گئی، چنانچہ دن کے دن از اول تا آخر مطابقت کے بعد اصل نسخہ واپس کر دیا گیا اور اب وہ مخطوطہ بھی نیشنل میوزیم کراچی میں محفوظ ہے۔

یہ نسخہ بھی حیدر حسین یکتا کے قلم کا لکھا ہوا ہے۔ اس کی پیشانی کی مکمل عبارت مثنوی کے متن کے ساتھ شامل کی جائے گی، یہاں بعض نتائج کے حصول کے لیے ضروری جملے

نقل کیے جا رہے ہیں :

لکھتے ہیں :

" اسمٰعیل امروہوی ..... المتوفی سنہ ۱۱۲۳ ہجری النبوی [مطابق سنہ ۱۷۱۱ء]
مصنف وفات نامۂ بی بی فاطمہ است کہ مولانائے مبرور در سنہ ۱۱۲۰ ہجری
[مطابق سنہ ۱۷۰۸ء] انشاء کرد - والآں بست ونہم رجب المرجب سنہ ۱۲۸۴ھ
[مطابق اکتوبر سنہ ۱۸۶۷ء] از نسخہ کہ نوشتۂ محمد الیاس خاں در سنہ ۱۱۲۱ھ
ومالِ اخی سید قربان حسین است نقل نمودہ شد۔"

۱۔ گویا کہ یہ نسخہ سنہ ۱۱۲۱ھ (سنہ ۱۷۰۹ء) کے مخطوطہ (محمد الیاس خاں) سے نقل کیا گیا ہے۔

۲۔ اس میں "مرحمہ و مصححہ مصنف" کا جملہ شامل نہیں - اس امر سے یہ نتیجہ نکالا جا سکتا ہے کہ میر اسمٰعیل اس وقت امروہہ میں موجود نہ تھے، بلکہ وطنی روایات کے مطابق دکن میں ہوں گے۔

۳۔ راقم الحروف کا بنیادی مخطوطہ سنہ ۱۱۲۱ھ مطابق سنہ ۱۷۰۹ء ہی کا لکھا ہوا ہے' اس لیے کہ اس کے ایک صفحہ کے ایک گوشے میں سرخ روشنائی سے "رقمہ الیاسں" لکھا ہے۔

۴۔ محمد الیاس خاں کے متعلق کچھ نہیں معلوم، کہ موصوف کس خاندان سے متعلق تھے۔

۵۔ موجودہ مخطوطہ بھی "مثنوی وفات نامۂ بی بی فاطمہ" کی روش کے عین مطابق لکھا ہوا ہے دونوں کے قلم، روشنائی، کاغذ، سائز اور سطور میں کوئی فرق نہیں۔

۶۔ البتہ دونوں کے "املے" میں وہ فرق نظر آتا ہے جو ایک صدی کے عرصہ میں پیدا ہوا۔ لیکن جو الفاظ مخطوطۂ قدیم یا ندوی صاحب کی مطبوعہ نقل میں ذاتی تصرفات کے سبب سے آگئے تھے' ان کی تصحیح بھی ہو گئی۔

۷۔ بہ لحاظ املا بعض الفاظ میں فرق ہے اور بعض بجنسہٖ لکھے ہیں، مثلاً :

جھوت ______ جھوٹ

مکھ ______ مُکھ

پڑیں ______ پڑھیں

رکتے ______ رکھتے

دو ______ وہ

وُ ______ وہ

بی ______ بھی

اون ______ اُن

اوسے ______ اُسے ______ اور

امرولاں ______ کو ______ امرولا

لکھا ہے۔

- اس نقل (ب) میں شعر نمبر ۱۰۵ شامل نہیں۔ اس طرح اس میں ۱۴۷ اشعار ہیں، اور میرے بنیادی نسخہ میں ۱۴۸ — لیکن شعر نمبر ۱۴۶ جس میں تعداد اشعار کی نشان دہی کی گئی ہے، اس میں فرق ہے۔

(نسخۂ ب) لکھتے ہیں : کہیّاں بیتاں یک سو [۱۴۸] و چالیس آٹ

نبی معجزے کا اسی میں ہے باٹ

(نسخۂ الف) لکھتے ہیں : کہیّاں بیتاں یک سو [۱۴۴] اور چالیس چار

نبی معجزے کا اسی میں بچار

اگرچہ "نسخۂ ب" میں ۱۴۷ اشعار شامل ہیں لیکن تعداد اشعار ۱۴۸ نظم کی گئی ہے۔ ظاہر ہے کہ "نسخہ ب" مصنف کا مصححہ نہیں ہے۔ ساتھ ہی یہ بھی قرینِ قیاس ہے کہ مثنوی چونکہ ۱۴۸ اشعار پر مشتمل تھی اور مصنف نے ۱۴۴ اشعار کی تعداد نظم کی ہے۔ لہٰذا اس تعداد کو درست کرنے کے لیے شعر میں تصرف کیا گیا، لیکن اس تصویر کا دوسرا رُخ دیکھ لینا بھی ضروری ہے کہ آیا مصنف نے تعداد اشعار "ایک سو چوالیس" (۱۴۴) کیوں نظم کی۔ اس کا ایک سبب سمجھ میں آتا ہے۔

اور وہ یہ ہے کہ ایک سو چوالیس شعر پہ اصل مثنوی یہ کہہ کر ختم کر دی گئی:

؎ بکس کی سنتر عاقبت پائے گا
بہشتوں میں جا کر ثمر کھائے گا

مثنوی کی بنیادیں، مطالب اور سیاق سے اندازہ ہوتا ہے کہ مثنوی حقیقتاً ۱۴۴ اشعار پر ختم کر دی گئی اور آخری چار اشعار "تاریخِ تصنیف" سلام اور دعا کے لیے مخصوص ہیں جو مثنوی میں شامل نہیں کیے گئے۔ بہر حال اغلب خیال یہی ہے لیکن حتمی طور پر یہ امر طے نہیں کیا جا سکتا۔

"مخطوطۂ الف" سنہ ۱۱۲۱ھ کا نقل شدہ ہے اور یہ تصنیف مثنوی کے بالکل قریب ہونے کے پیشِ نظر درست اور صحیح تر تسلیم کیا جا سکتا ہے۔
"نسخۂ ب" میں ناقلِ مخطوطہ کا ذاتی تصرف عین ممکن ہے۔

ج : جو نقل ندوی صاحب کے پاس محفوظ تھی، اور وہی سہ ماہی "اردو" کراچی کی جنوری سنہ ۱۹۵۴ء کی اشاعت میں شامل ہے۔ اس میں موصوف نے

جو ذاتی تصرفات کیے ہیں، ان کی وضاحت بھی "نسخۂ ب" کے دستیاب ہونے کے بعد ہو جاتی ہے۔ مثلاً شعر نمبر ۱۴۳ مخطوطہ الف اور نقل دونوں میں یوں ہے :

ع کہ خیرات دیوے نبیؐ نام پہ
وہ خیرات ہوے ..... راہ پہ

ندوی صاحب نے دوسرے مصرع کے خلا کو لفظ "سدا" سے پر کیا ہے لیکن اس سے مصرع مزید مہمل ہو گیا تھا۔ اور نسخہ ب میں مصرع اس طرح لکھا ہے :

ع وہ خیرات ہوے خدا راہ پہ

اور یہی درست ہے۔

یا شعر نمبر ۱۸۰ کے پہلے مصرع میں "تخت" کا لفظ نسخۂ الف اور نسخۂ نقل (ندوی صاحب) دونوں میں نہیں ہے۔ اس جگہ "خلا" ہے۔ ندوی صاحب نے اپنے قلم سے اس کو پُر کیا ہے لیکن مخطوطہ ب میں مصرع مکمل موجود ہے۔

یا شعر نمبر ۹۴ میں ایک لفظ "ملک" پڑھا جاتا ہے۔ نجیب اشرف ندوی نے اس کو "تنک" پڑھ کر معنی "اتنے میں" لکھے ہیں۔ اور نسخۂ ب میں "تنک" بمعنی ذرا سا۔ فوراً نقل کیا گیا ہے جو مناسب اور قرینِ قیاس ضرور ہے لیکن راقم الحروف کے خیال میں یہ لفظ "پلک" (آنکھ کی پلک) ہے۔ اس لیے کہ پلک جھپکنا۔ پلک جھپکتے میں (بمعنی لمحہ میں۔ فوراً) دلی اور نواحِ دلی میں مستعمل ہے۔

گویا کہ اب مصرع ان صورتوں میں پڑھا جا سکتا ہے اور ان میں سے جو صورت مناسب ہو لے کی جا سکتی ہے :

نسخۂ الف، از مرتب : پلک میں وہ لڑکا سو پیدا ہوا

نسخۂ ب : تنک میں وہ لڑکا سو پیدا ہوا

نسخۂ ج : تلک میں وہ لڑکا سو پیدا ہوا

ہو سکتا ہے کہ ندوی صاحب نے بھی تنک ہی پڑھا ہو، اور لکھنے میں نون کا نقطہ اپنے پیوند سے مل کر "تلک" بن گیا ہو، بعد میں کمپوزیٹر نے ویسے ہی کمپوز کیا، اور پروف ریڈر نے بھی اسی طرح پڑھا - ورنہ ندوی صاحب نے "تلک" کے جو معنی لکھے ہیں "تنک" — اسی معنی میں مستعمل ہے۔

یا شعر نمبر ۲۸ کا مصرعۂ ثانی، نسخۂ الف، ب اور مطبوعہ نقل میں یکساں ملا۔

مصرع : وزیراں ہر اک دھر تھیں بولے تمام

لیکن "دھر" کسی کی سمجھ میں نہ آیا — اور پھر گوہر نوشاہی صاحب نے اس لفظ کے معنی بتا کر مسئلہ حل کر دیا - اور حقیقتاً اس لفظ کے معنی ہو بھی یہی سکتے ہیں۔

یہ لفظ دھڑ (دھڑا) ہے، بمعنی جماعت یا گروہ — پنجابی زبان میں مستعمل ہے، اور مساوات و برادری کے معنی میں (دھڑا) دِلّی اور نواحِ دِلّی میں مستعمل ہے۔

ندوی صاحب نے پچاس سال پہلے امروہہ کے زمانۂ قیام میں اسی مخطوطے سے یہ نقل حاصل کی تھی اور موجودہ مخطوطے کی شکل و شباہت موصوف کے ذہن میں اب تک موجود تھی۔

بہرحال ان تینوں نسخ کے باہمی اختلافات، مثنوی کے حاشیوں میں پیش کر دیے گئے ہیں۔

اور ! آخر میں، اب —

یہ اہم کام میری طرف سے گوہر نوشاہی صاحب نے انجام دیا ہے۔

اِن مقامات کے مطالعہ کے بعد موصوف کے قول کی تصدیق ہو جاتی ہے کہ یہ مخطوطہ، میرے بنیادی مخطوطے کی نقل ہے، اس لیے کہ جو الفاظ مخطوطہ الف میں نہیں پڑھے جاتے یا

ساقط الوزن اور مشکوک ہیں، یا نقل سے رہ گئے ہیں "من وعنہ" وہی الفاظ" نقل مطبوعہ" میں بھی موصوف کے ذاتی تصرّف کی نشان دہی کر رہے ہیں۔ "مخطوطہ الف" کے متعلق، جیسا کہ عرض کیا گیا کہ بدخط بھی ہے اور "املے" کی اغلاط بھی جا بجا موجود ہیں اور وہ تمام الفاظ ندوی صاحب نے مخطوطہ الف ہی سے نقل کیے ہیں۔ اس کے علاوہ میرے قول کی تصدیق کے لیے "مخطوطہ ج" کی شائع شدہ مثنوی "سہ ماہی اردو" کراچی (جنوری ۱۹۵۴ء) سے میرے نسخ کا مقابلہ کیا جا سکتا ہے" ان کے علاوہ" سید محمد کاظمین صاحب نقوی نے بھی "کراچی میں" فرمایا تھا کہ والد محترم کے پاس بھی اس کی نقل موجود ہے۔

اختلافات بین النقول

نوٹ : ایسے چند اختلافات، جو حواشی میں مناسب نہیں، وہ یہاں پیش کیے گئے ہیں :

نسخۂ الف	نسخۂ ب	نسخۂ ج
۱- تعداد اشعار ۱۴۸	تعداد اشعار ۱۴۷ شعر نمبر ۱۰۵ نہیں ہے	تعداد اشعار ۱۴۸
۲- تعداد اشعار ۱۴۴ نظم کی گئی ہے۔	شعر ۱۴۵- تعداد اشعار ۱۴۸ نظم ہے۔	مخطوطۂ الف کی نقل ہے۔
۳- ٹ۔ ڈ۔ ڑ پر چار نقطے (::) لگائے گئے ہیں۔	جدید املا کے مطابق "ط" بنائی گئی ہے۔	"ط" بنائی گئی ہے
۴- حواشی پر کوئی نسخہ نہیں۔	حواشی پر بعض جگہ نسخے بھی لکھے ہیں۔	مخطوطۂ الف کی نقل ہے۔

جناب سید محمد سبطین صاحب (کراچی) امروہہ کے منفرد سوز خواں اور علم و ادب سے ذوق رکھنے والے بزرگوں میں ہیں، آپ کے پاس غیر مطبوعہ مراثی کثرت سے محفوظ ہیں، چنانچہ اس مثنوی کی نامکمل نقل بھی موجود ہے جو بہ سبب عدیم الفرصتی، میری نظر سے نہیں گزری۔

میراسمٰعیلؔ

* تعارف
* عہد و عصر
* احوال

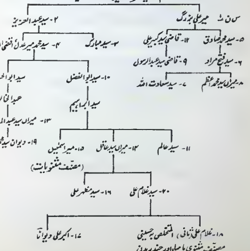
اور!

* اسلوب و اقدار

میر اسمٰعیل کا شجرۂ نسب

زیر نظر شجرے میں مصنف ان اسلاف و اخلاف کے اسما شامل کیے گئے ہیں جو میر اسمٰعیل کے تعارف، اقدار اور عہد و عصر کے تعین کے لیے اہم ترین تھے۔

ہر نام کے ساتھ سلسلہ نشان (س ن) لکھ دیا گیا ہے تاکہ حواشی اور متن وغیرہ کے مطالعہ میں سہولت ہو جائے۔



مُصنّف سے تعارف

میر اسمٰعیل کی شخصیت، احوال اور عصر سے لاعلمی کو ہماری بدقسمتی یا ذوقِ ادب کی کمی سے منسوب کیا جاسکتا ہے۔ ہمارے تذکرہ نگاروں اور محققین کی نگاہیں بھی میر اسمٰعیل تک نہیں پہنچ سکیں۔ صرف مولوی عبدالحق اور بعض دوسرے محققین نے اسمٰعیل کا محض حوالہ دیا ہے جس کے سبب موصوف کا نام ادبی حلقوں میں روشناس ہو گیا تھا۔

جیسا کہ عرض کیا گیا کہ موجودہ مثنوی کے مل جانے کے بعد میں نے ایک سال متواتر تاریخوں کی چھان بین کی اور جو کچھ مجھے مل سکا وہ پیش کر رہا ہوں۔ اسمٰعیل کے متعلق تاریخوں میں بہت کچھ مل گیا اور اس کے ماتحت موصوف کا عہد و عصر، خاندانی علم و فضل اور منازل و اقتدار کا تعین ہو سکا۔

اسمٰعیل کا وطن اور اخلاف و اسلاف

وطن : میر اسمٰعیل نے پیشِ نظر دونوں مثنویوں میں اپنے وطن کے متعلق خود اظہار کر دیا ہے جس کے بعد مزید نہ کچھ لکھنے کی ضرورت ہے اور نہ کسی بحث کی۔

کہتے ہیں ؎

وطن امروہا مرا ہے، شہر نام   اُسی جائے پہ مرا ہے گا قیام[1]

دوسری مثنوی میں کہا ہے :

کہ ہے امروہا شہرِ مرا وطن   جو دِلّی کے نزدیک ہے با امن[2]

امروہہ کی تاریخی عظمت وقدامت !

ہستنا پور کے راجہ "امروجہ" نے نوسو برس قبل مسیح (اب سے دو ہزار نو سو سال پہلے) اپنے نام کی نسبت سے اس قدیم بستی کا نام "امروہہ" رکھا۔ اسی وقت سے یہ بستی اسی نام سے آباد ہے۔ غالباً دِلّی کی قربت کے سبب اس کو فروغ نہ ہو سکا۔[3]

امروہہ میں میر اسمٰعیل کے اخلاف و اولاد محلہ کٹرہ غلام علی نیز دوسرے محلوں میں اب تک آباد ہے لیکن ان لوگوں کو اس کے علاوہ کوئی علم نہیں کہ :

"موصوف ہمارے مورث تھے، شاعر تھے اور اپنے حقیقی بھائیوں کے ساتھ جہانگیر، شاہجہاں، اورعالمگیر اورنگ زیب کے عہد میں مختلف مناصب پر فائز رہے ـــ انھوں نے ایک مثنوی "سوت ندی" کے نام سے تصنیف کی تھی لیکن نی زمانہ وہ تلف ہو چکی ہے۔"[4]

---

1. مثنوی وفات نامہ بی بی، شعر نمبر ۳۱۱
2. مثنوی معجزۂ آثار، شعر نمبر ۱۴۰
3. "تاریخ واسطیہ" (مصنفہ عظیم بخش مطبوعہ ۱۹۰۴ء مطابق ۱۳۲۲ھ مطبوعہ مرادآباد۔ تاریخ امروہہ صد ۲۹
4. زبانی روایت" اولاد و اخلاف میر اسمٰعیل"۔

میر اسمٰعیل کے سلف و مورثِ اعلیٰ !

[1] اسمٰعیل کے مورثِ اعلیٰ "مخدوم سید شرف الدین شاہ ولایت" ۶۷۰ھ میں مع اپنے والد ماجد "میر علی بزرگ" کے واسطے سے براہ ملتان امروہہ تشریف لائے، آپ کا سلسلۂ نسب آٹھ واسطوں پر امام علی نقیؑ سے مل جاتا ہے۔

صاحبِ[2] تاریخِ فرشتہ نے :

"ذکر علاؤ الدین خلجی الملقب سکندر ثانی میں نام اس شہر کا "ولایت امروہہ" تحریر کیا ہے۔"

آپ کا مزار آج بھی مرجعِ خلائق ہے۔ جس کی زندہ کرامت کا ثبوت یہ ہے کہ آپ کی درگاہ کی چہار دیواری کے اندر کا بچھو "اپنی فطرت کے خلاف" ڈنک نہیں مارتا۔

اسلاف و اخلاف کے قابلِ ذکر افراد !

ضروری ہے کہ زیرِ نظر معلومات کے مطالعہ سے پہلے' منسلکہ شجرے میں ہر شخصیت کا سلسلہ نشان آپ ملاحظہ فرمالیں ! تاکہ شخصیت کے تعارف میں سہولت ہو سکے۔

س ن : ۱ —— میر[3] علی بزرگ (میر اسمٰعیل کے ایک جد) فیروز شاہ خلجی کے عہد میں

---

[1] تاریخ واسطیہ ص۱۹، تاریخ اصغری ص۳، نخبۃ التواریخ ص۱۹۳

[2] تاریخ واسطیہ ص۲۴ [3] تاریخ واسطیہ ص۱۰ بحوالہ تاریخِ فرشتہ، نخبۃ التواریخ جامِ جہاں نما، ثمرات القدس، کتاب اسراریہ اور عمدۃ الطالب وغیرہ۔

اقضی القضاۃ مملکتِ ہند تھے۔

ابنِ بطوطہ سیاح [1] ۷۴۱ھ میں امروہہ آیا اور آپ ہی کا مہمان رہا۔
اس نے اپنے سفرنامہ میں بہ صراحت آپ کا ذکر کیا ہے۔

س ن: ۲ ــــــ سید عبدالعزیز [2] (میر اسمٰعیل کے ایک جد) سے فیروز شاہ خلجی کی لڑکی منسوب تھیں۔

س ن: ۴ ــــــ سید محمد میرِ عدل [3] (میر اسمٰعیل کے پردادا) عہدِ اکبری میں میرعدل (چیف جسٹس) کے عہدے پر فائز تھے۔ بعد میں صوبہ سندھ "بھکر" کی گورنری پر مامور ہوئے۔ آپ کی وفات کی تاریخ "سید فاضل" ہے۔
ملا عبدالقادر بدایونی [4] "صاحبِ منتخب التواریخ" آپ کے تلامذہ سے تھے۔ موصوف نے اپنی تاریخ میں اپنے استاد کا جا بجا تذکرہ کیا ہے۔

س ن: ۱۰ میر اسمٰعیل کے دادا [5] (میر عدل کے بیٹے) نے قلعہ سبی فتح کیا۔ آپ اکبر، جہانگیر اور شاہجہاں کے عہد کے جلیل القدر عمائدین میں شامل تھے

---

[1] تاریخ سادات امروہہ جلد اوّل ص۲۸۸ بہ حوالۂ کتاب اسراریہ
[2] تاریخ واسطیہ صفحہ ۲۶، ۹۸، ۳۸۴ [3] تاریخ واسطیہ ص۱۱۶ دیکھیے شجرہ س ن: ۴
[4] تاریخ واسطیہ ص۱۱۶، تاریخ سادات امروہہ ص۳۰ بہ حوالۂ تذکرۃ الکرام
[5] تاریخ واسطیہ ص۱۱۳ بہ حوالۂ طبقاتِ اکبری، نخبۃ التواریخ۔

س ن : ۲ ـــــــــ "میر اسمٰعیل کے نانا سیدؔ فتح مراد نے عہدِ نورالدین جہانگیر میں ایک جنگ افاغنہ ہوئی، بڑا حقِ دلاوری و بہادری ادا کر کے فتح کی تھی" ان کی اس فتح یابی کا یہ دُہرا بھاکا زبان میں یادگار ہے ۔

لوتھ پہ لوتھ بھیو اسیر پڑا گھمسان
پائن اکھڑے فوج کے بھگی پڑی اس آن
پھیلائی کوئی نہ بندھائے بندھائے فتح مُراد
مندی بگڑی بھیر لیؤ اور جیتو کھیت پٹھان

س ق : ۱۲ ـــــــــ سیدؔ ابراہیم (میر اسمٰعیل کے والد) جہانگیر اور شاہجہاں کے عواہد میں مختلف مناصب پر مامور رہے اور عہدِ شاہجہانی کی جنگ میں کام آ گئے ۔

س ن : ۱۱ ـــــــــ سیدؔ عالم (میر اسمٰعیل کے حقیقی بھائی) عہدِ شاہجہانی میں یک ہزاری ذات پانچ سو سوار کے منصب پر فائز تھے ۔

س ن : ۱۶ ـــــــــ سیدؔ غلام علی (سید اسمٰعیل کے حقیقی بھتیجے) عہدِ شاہجہانی میں بڑے منصب پر فائز تھے ۔ آپ نے کٹرہ غلام علی کے نام سے ایک محلہ آباد کیا (جس میں اب تک میر اسمٰعیل کے بعض اخلاف آباد ہیں) ۔

---

۱ تاریخ واسطیہ ص۳۲۵   ۲ تاریخ واسطیہ ص۳۲۸ ، تاریخ اصغری ص۱۳۰
۳ سیر المتاخرین   ۴ تاریخ اصغری ص۱۱۹

س ن : ۱۷ ـــــ سید[۱] اکبر علی دیوانا (میر اسمٰعیل کے پوتے) اپنے عہد میں دِلّی کے مشاہیر شعرا سے تھے۔

س ن : ۱۸ ـــــ سید[۲] غلام علی ثانی (نبیرۂ میر اسمٰعیل) اپنے عہد کے استاد اور نامور شاعر تھے۔ حیقی تخلّص تھا۔ قصہ ماہیا، اور چندر بدن بہ زبان اردو ان سے یادگار ہے۔

نوٹ[۲] : اس مثنوی کے متعلق اب تک کسی کو تحقیق نہ ہو سکی تھی کہ اس مثنوی کے مصنّف "موصوف" ہیں۔

"قرابادین[۳] جلالی" حکمت کی مشہور کتاب کے مؤلّف و مُصنّف "میر جلال الدین" میر اسمٰعیل کے نانا تھے۔

س ن : ۱۳ ـــــ میراں[۴] سید عبدالماجد (میر اسمٰعیل کے چچازاد بھائی) ہزاری ذات چہار صد سوار کے منصب دار تھے۔

س ن : ۱۹ ـــــ "دیوان[۵] سید محمود کے چھوٹے بیٹے"۔

ابتدائی زندگی خلد مکان یعنی سید عبدالباری تھے۔ عہدِ اورنگ زیب میں سہ صدی ذات ان کا منصب تھا، جیسا کہ ان کے پوتے سید عظیم الدین کے فرمان منصب میں مندرج ہے۔

---

[۱] سیر المتاخرین ص۱۱۸ ۔ [۲] تاریخ اصغری ص۱۳۱ ۔ [۴] تاریخ واسطیہ ص۱۱۰، تاریخ اصغری ص۱۵۴، بہ حوالہ کتاب بادشاہ نامہ، عہدِ شاہجہاں تصنیف، مصنفہ مُلّا عبدالحمید لاہوری چھاپہ کالج پریس کلکتہ ۱۸۶۷ء جلد اوّل ص۳۱۹ ۔ [۵] تاریخ اصغری ص۵۸

سن ق : ۲۰ ـــــــــ مظہر علی بن غلام علی (کٹرہ) عہد فرخ سیر میں سہ صدی ذات پر مامور تھے۔*

برّصغیر کی مستند اور قدیم تاریخوں میں منجملہ متذکرہ بالا اکابرین کے، خانوادۂ میر اسمٰعیل کے اخلاف و اسلاف کے منصب داران شاہی کی فہرستوں میں دو سو چھیاسی افراد کے نام شامل ہیں، ان میں سے بعض اہم تاریخوں کے نام پیش کیے جاتے ہیں:

۱۔ سیر المتاخرین
۲۔ نخبۃ التواریخ
۳۔ مقاصد العارفین
۴۔ ثمرات القدس
۵۔ تاریخ ابن خلدون
۶۔ تاریخ فرشتہ
۷۔ منتخب التواریخ
۸۔ اقبال نامہ جہانگیری
۹۔ تواریخ خانی خاں
۱۰۔ مآثر عالمگیری
۱۱۔ دربار اکبری
۱۲۔ آئین اکبری
۱۳۔ جام جہاں نما
۱۴۔ رسالہ سراج الدین احمد
۱۵۔ کنز الانساب
۱۶۔ عمدۃ الطالب
اور !
۱۷۔ سفر نامہ ابن بطوطہ
وغیرہ ،

---

* تاریخ سادات امروہہ صفحہ ۳۷۶

اسمٰعیل کا عہد و عصر

میر اسمٰعیل نے اپنے عہد و عصر کے متعلق پیش نظر دونوں مثنویوں میں نظم کر دیا ہے۔ پہلی مثنوی کا تعین، جس کے متعلق ان کے اہلِ وطن کی محض روایت ملتی ہے۔ نہیں کہا جا سکتا کہ کس سن کی تصنیف ہوگی لہٰذا اس کو نظر انداز کر دینا ہی بہتر ہے۔

اس کے بعد ہمارے سامنے پہلی تصنیف "وفات نامہ بی بی" ۱۱۰۵ھ ہے۔

دوسری "معجزۂ اثار" (بادشاہ بلقیس) ہے جو پہلی بار پیش کی جا رہی ہے اور اس کا سنِ تصنیف بھی اس میں موجود ہے۔

پہلی مثنوی مصنفہ ۱۱۰۵ھ میں کہتے ہیں :

مہینہ[1] رجب مرجب اتھا یہی تاریخ پچیسویں ماہ تھا
اتھے سال ہجری نبیؐ کے عیاں گیارہ سو اور پانچ تھے بوجھ جان
جو دن چارشنبہ بوقت ظہر قصہ پورا کیتا بہت فکر کر

دوسری مثنوی مصنفہ ۱۱۲۰ھ میں کہتے ہیں :

گیارہ[2] سو اپر بست سن تھے نبی
اسی روز قصہ کہا میں سبھی

پہلی مثنوی میں سن، مہینہ، دن اور وقت تک نظم کر دیا ہے۔ دوسری میں محض سن ہی نظم کیا ہے۔

---

[1] اشعار ۳۱۴، ۳۱۵، ۳۱۶ مثنوی "وفات نامہ بی بی فاطمہ"

[2] شعر ۱۲۰ مثنوی "معجزۂ اثار"

میر اسمٰعیل کی ولادت، نشو و نما اور تعلیم وطن میں ہوئی۔

صاحبِ تاریخ واسطیہ لکھتے ہیں :

"[1] سید اسمٰعیل نے متصل باغ بدلی کے، ایک "اسمٰعیل سرائے" اپنی سکونت وغیرہ کے لیے آباد کی تھی۔ عرصہ دراز ہوا، وہ انقلابِ زمانہ سے ویران ہوگئی۔ اب اس مقام پر زراعت ہوتی ہے۔ سابق میں اولاد میر اسمٰعیل موصوف اس سرائے میں آباد تھی۔"

تاریخ کے اس اقتباس سے یہ نتیجہ اخذ ہوتا ہے کہ اسمٰعیل نے عمر کا خاصا حصّہ اپنے وطن میں گزارا، اس لیے کہ صاحبِ اولاد ہونے کے علاوہ، آپ کا وہ شعور اور صلاحیتیں بیدار ہو چکی تھیں کہ اپنی اولاد کے رہن سہن کی فکر میں ترکہ پدری سے "اسمٰعیل سرائے" کی بنیاد ڈالی۔

"اسمٰعیل سرائے" کی الگ بنیاد اور تعمیر کا ایک خاص سبب بھی تھا اور وہ یہ کہ آپ کے والد سید ابراہیم نے اپنی محل سرائیں اور اس سے متصل کے تمام باغات وغیرہ اپنی بیٹی کو جہیز میں دے دیے تھے جو آج تک محلہ جھیوڑہ کے نام سے مرسوم ہے۔[2]

صرف میر اسمٰعیل ہی نے نہیں، بلکہ آپ کے حقیقی بھائی سید[3] عاقل کے بیٹے سید[4] غلام علی نے بھی اپنے لیے الگ ایک محلہ آباد کیا۔

"کٹرہ[5] سید غلام علی ولد سید عاقل نبیرۂ سید ابو الفضل بن سید محمد میر عدل عہدِ شاہجہاں میں غلام علی نے آباد کیا۔ غلام علی کے بیٹے سید[6] مظہر علی خاں

۱۔ تاریخ واسطیہ صفحہ ۳۶۴، تاریخ اصغری صفحہ ۱۳ ۲۔ تاریخ واسطیہ صفحہ ۳۶۴ ۳۔ شجرہ نشان نمبر ۱۲

۴۔ شجرہ س ن ۱۰ ۵۔ تاریخ اصغری صفحہ ۱۳، تاریخ سادات امروہہ جلد اوّل صفحہ ۲۹۶، تاریخ واسطیہ صفحہ ۳۶۱

۶۔ شجرہ س ن ۲

عہد سلطنت شاہ عالم بہادر شاہ میں سی صد ذات' تیس سوار کے منصب دار تھے۔"
تاریخ کے مذکورۃ الصدر حوالوں سے دو نتائج نکالے جاسکتے ہیں ۔ پہلی بات تو یہ ثابت ہوجاتی ہے کہ سید عاقل (برادر سید اسمٰعیل) کے بیٹے نے عہد شاہجہاں میں یہ محلہ آباد کیا۔ اس کا سبب یہ بھی ہو سکتا ہے کہ اس وقت سید عاقل وطن سے باہر دامن شاہی سے وابستہ ہونگے لیکن بود و باش اور رہن سہن کا انتظام ان کے بیٹے نے کیا، اور ساتھ سید اسمٰعیل نے اپنے اور اپنی اولاد کے لیے الگ ایک سرائے آباد کر لی' للذا یہ سرائے بھی عہد شاہجہاں ہی میں آباد ہوئی۔

دوسرا نتیجہ یہ نکل سکتا ہے کہ میر اسمٰعیل کے بھتیجے نے "کترہ" کی بنیاد ڈالی اور غلام علی کے بیٹے سید مظہر خان' جو رشتے میں سید اسمٰعیل کے پوتے قرار پاتے ہیں' شاہ عالم بہادر شاہ کے عہد کے منصب دار تھے۔

ظاہر ہے کہ سید اسمٰعیل کے ہم عصر ان کے بھائی سید عاقل ہو سکتے ہیں دو حقیقی بھائیوں میں عہد کا اتنا تفاوت قرین قیاس نہیں کہ پوتا اور دادا تو ہم عصر ہوں اور حقیقی بھائیوں کے عہد میں اتنا طویل تر بُعد اور ناقابل یقین تفاوت ہو جائے ۔

سید اسمٰعیل کے حالات نہ ملنے کا سبب' صاحب تاریخ واسطیہ نے حسب ذیل الفاظ میں ظاہر کیا ہے :

وہ لکھتے ہیں :

" شید ابراہیم' سید اسمٰعیل اور میر عاقل بڑے رئیس ذی اقتدار

---

* تاریخ واسطیہ ص۳۶۲

جلیل القدر عمائدینِ شہر سے تھے، ان کے نام کے ماقبل لفظ "میراں" یا "دیوان" تحریر ہے۔ فرمان مناصبِ شاہی بوجہ گزرنے زمانۂ بعید کے تلف ہو گئے۔"

یہ ہے وہ حقیقی سبب کہ آج تک سید اسمٰعیل کے حالات ہم تک نہ پہنچ سکے اور ہم کو ان کے تعیّن تاریخِ ولادت کے لیے تاریخوں کا سہارا لینا پڑا۔

پیشِ نظر شجرہ محض اسی لیے پیش کیا گیا ہے کہ میر اسمٰعیل کے معاصرین اعزّا کے عہد کا بہ اعتبار پشت اور واسطوں کے تعیّن ہو سکے۔ اس کے بعد مزید دلائل و براہین یا بحث برائے بحث کی ضرورت پیش نہ آئے۔

اس شجرے کے ماتحت میر اسمٰعیل کے حسب ذیل معاصرین قرار پاتے ہیں :
سید[۱] عاقل اور سید[۲] عالم برادران حقیقی — سید[۳] عبدالماجد چچا زاد بھائی — قاضی[۴] سید عبدالرسول — سید[۵] سعادت اللہ — اور سید[۶] محمد اعظم

مندرجہ اکابرین کے متعلق بعض تاریخی تعارف اجمالی طور پر پیش کیے جاتے ہیں :

"سید[۷] عاقل اور سید عالم" میر اسمٰعیل کے برادران کی مہریں عہدِ جہانگیر اور شاہجہاں کے فرامین اور قسمت ناموں پر موجود ہیں۔

---

۱ شجرہ سلسلہ نشان نمبر ۱۴، ۲ شجرہ نشان نمبر ۱۱، ۳ شجرہ نشان نمبر ۳
۴ شجرہ نشان نمبر ۹، ۵ شجرہ نشان نمبر ۷، ۶ شجرہ نشان نمبر ۸،
۷ تاریخ واسطیہ صفحات ۳۲۷، ۳۲۸، ۳۲۹، ۳۳۰

ایک[1] قسمت نامہ ۱۲ رجب ۱۰۶۵ھ (۱۶۵۴ء) پر ان دونوں بھائیوں کی مہریں ثبت ہیں۔

(" گویا کہ میر اسمٰعیل ۱۰۶۵ھ میں موجود تھے ")

میراں[2] سید عبدالماجد اور سید اسمٰعیل " سید محمد میر عدل " کے براہِ راست پوتے ہیں، گویا کہ یہ دونوں چچازاد بھائی ہوئے۔

میراں سید عبدالماجد کے متعلق صاحب تاریخ واسطیہ لکھتے ہیں :

" امروہہ[3] میں مراد آبادی دروازہ تعمیر کرایا۔ جس کے شمالی پائے پر ایک پتھر لگا ہے، اس پر کندہ ہے :

" اللہ اکبر، در عہد سلطان عالیشان، صاحب قران ثانی
شہاب الدین محمد شاہجہان بادشاہ غازی خلد اللہ ملکہ،
میراں سید عبدالماجد ایں قلعہ ہذا نمود۔"
(بہ اہتمام بندہ " کمال خاں[4] " خانہ زاد شہر رمضان المبارک ۱۰۵۲ھ)

مراد آبادی دروازہ عین اس مقام پر واقع ہے جس سے اسمٰعیل سرائے کی سرحدیں ملتی ہیں، ہو سکتا ہے کہ اسمٰعیل سرائے اور اس دروازے کی بنیادیں ساتھ ساتھ رکھی گئی ہوں، اس لیے کہ میراں سید عبدالماجد اور میر اسمٰعیل آپس میں چچازاد بھائی تھے اور دونوں نے باہمی طور پر قربت کے سبب اپنی سکونت کی جگہ تجویز کی ہو۔ تاریخ کے اس حوالے

---

[1] تاریخ واسطیہ ص ۳۴۹ ، [2] شجرہ نشان نمبر ۱۳
[3] تاریخ واسطیہ ص ۱۱۷ ، تاریخ اصغری ص ۵۳ [4] معمارِ قلعہ کا نام

کے ماتحت میر اسمٰعیل[2] کا ۱۰۵۲ھ میں بھی وجود ملتا ہے اور یہ شاہجہاں کا عہد تھا۔ یہاں تک تو سید محمد میر عدل کے براہِ راست پوتے اور پر پوتوں کا ذکر کیا گیا جو سید اسمٰعیل کے ہم عصر ہو سکتے ہیں۔

اب[1] میر علی بزرگ کے ان اخلاف کے نام پیش کیے جاتے ہیں جو میر اسمٰعیل کے معاصرین میں شامل ہیں اور ان کے براہین تاریخی شواہد سے تواتر کے ساتھ مل جاتے ہیں۔

قاضی[2] سیّد عبدالرسول :

"یہ[3] عہدِ جہانگیر اور شہاب الدین شاہجہاں بادشاہ میں منصب قضا پر مفخر و ممتاز تھے اور حسب فرمان ۱۰۰۰ھ[4] عہدِ عالمگیر اورنگ بادشاہ میں بھی اسی منصب پر مفتخر رہے۔ اپنے زمانے میں بڑے ذی مقدرت"............ الخ

سید محمد[5] اعظم اور میر سعادت[6] اللہ" سید فتح[7] مراد" کے بیٹے ہیں۔ ان دونوں کے متعلق صاحبِ تاریخ واسطیہ لکھتے ہیں :

---

۱ شجرہ نشان نمبر ۱ ، ۲ شجرہ نشان نمبر ۹ ، ۳ تاریخ واسطیہ صفحہ ۱۰۱، ۱۰۴
۴ ۱۰۰۰ھ کا حکم نامہ قاضی سید عبدالرسول کے والد سید کبیر علی (شجرہ سلسلہ نمبر ۱۲) کو اکبر بادشاہ کی طرف سے بہ حیثیت اقضی القضاۃ ملا تھا۔ اس کا حوالہ دیا گیا ہے۔
۵ شجرہ نشان نمبر ۸ ، بہ حوالہ تاریخ سادات امروہہ جلد اوّل ص ۲۹ ،
۶ شجرہ نشان نمبر ۷ ، ۷ ملاحظہ فرمائیے حوالہ نشان ۱۰ ، تاریخ واسطیہ صفحہ ۳۲۸ ، سیر المتاخرین ص ۳۵۵

الغرض[1] دیوان سید سعادت اللہ ممدوح اور ان کے بھائی دیوان سید محمد اعظم موصوف عہدِ نورالدین جہانگیر بادشاہ و عہدِ شاہجہاں بادشاہ و عہدِ عالمگیر اورنگ زیب میں بڑے ناموَر شجاع و دلاور، ذی مقدرت، عالی منزلت، جاگیردار، معافی دار، و زمین دار، اولوالعزم، دربار رس گزرے ہیں۔ یہ دونوں بھائی عہدِ عالمگیر اورنگ زیب بادشاہ میں بڑی دلاوری و شجاعت کے ساتھ جنگ افاغنہ میں کام آئے۔

صاحب تاریخ واسطیہ نے سعادت اللہ اور میراں سید اعظم کا ایک باہمی قسمت نامہ سنہ ۱۰۵۵ھ کا نقل کیا ہے، جس کے آخری الفاظ یہ ہیں :

"یہ[2] قسمت نامہ لشکر ظفر اثر شاہجہاں بادشاہ میں تکمیل و تحریر ہوا۔"

ان تمام شواہد اور اثبات و براہین کے بعد میر اسمٰعیل اور سید اعظم کا باہمی قسمت نامہ جو سنہ ۳ جلوس عالمگیر اورنگ زیب میں مرتب ہوا، پیش کیا جاتا ہے جس کے بعد میر اسمٰعیل کا عہد قطعی طور پر متعین ہو جاتا ہے :

نقل قسمت نامہ مابین میر اسمٰعیل اور میراں سید اعظم سنہ ۱۰۷۱ھ : سنہ ۱۶۶۰ء

یک[3] قطعہ قسمت نامہ مورخہ گیارہ ربیع الثانی سنہ ۳ جلوس موافق سنہ ۱۰۷۱ھ

"فیما بین سیادت و نقابت پناہ میراں سید[4] اسمٰعیل و سید محمد اعظم

---

[1] تاریخ واسطیہ ص ۳۲۸ ، [2] تاریخ واسطیہ ص ۳۶۲ ،
[3] تاریخ واسطیہ ص ۵۲۷ سطر نمبر ۱۶ ، [4] مصنف مثنوی ہذا۔ شجرہ نشان نمبر ۵

بابتہ قسمت موضع سرسہ موہن پرگنہ امروہہ بہ رضامندی یک دیگر قسمت دیہہ مذکور بشرح نصفی نصفا بہ حاضری سید اللہ یار گماشتہ سید اسمٰعیل و جگ جیون داس گماشتہ میران سید اعظم پیش گاہ عبد المجید فوجدار پرگنہ امروہہ .... الخ

مصدقہ بہ مُہر قاضی سید عبد الرسول[1] ولد سید کبیر قاضی امروہہ و بہ مُہر سید اللہ یار بن سید لالو متولی بہ صداقت دیگر مواہیر سادات و شرکا ساکنان امروہہ سے بہر طور سید اسمٰعیل و سید اعظم موصوفان کی مقدرت و رفعت ظاہر و باہر ہے۔"

تاریخی اقتباسات پر ایک اجمالی نظر اور نتائج !

متذکرہ بالا عمائدین و اکابرین[2] میں چھ ایسے افراد کے اسمائے گرامی پیش کیے گئے جن کے متعلق میر اسمٰعیل کا معاصر ہونا تاریخی حوالوں کے تحت قطعی ثابت ہے۔

۱- * سید عاقل اور[3] سید عالم، سید اسمٰعیل کے برادران حقیقی کا وجود سنہ ۱۰۶۵ھ اور سنہ ۱۰۵۴ھ میں موجود ہے جو شاہجہاں کا عہد ہے۔

۲- * میران سید[4] عبد الماجد اور سید اسمٰعیل دونوں میر عدل کے پردتے ہیں اور

---

[1] شجرہ نشان نمبر ۹ [2] ملاحظہ فرمایئے سلسلہ نمبر ۳۵، ۳۶، ۳۷، ۳۸ اور ۳۹، [3] ملاحظہ فرمایئے نشان نمبر ۴۰، ۴۱،

[4] شجرہ نشان نمبر ۱۳

سیدعبدالماجد نے ۱۰۵۲ھ (عہدِ شاہجہاں میں) مرادآبادی دروازہ تعمیر کرایا۔[1]
اور اسی کے متصل سید اسمٰعیل نے[2] "باغ بدلی میں" اسمٰعیل سرائے" تعمیر کرائی۔

۳- * قاضی سید عبدالرسول[3] شاہجہاں اور عالمگیر اورنگ زیب کے عواہد میں قاضی امروہہ کے عہدے پر فائز تھے اور موصوف ہی کے عہد میں سید اسمٰعیل اور سید اعظم کے قسمت نامے رجسٹرڈ ہوئے جیسا کہ سلسلہ نمبر ۵۳ کے قسمت نامے سے ظاہر ہوتا ہے۔

۴- * سید اسمٰعیل[4] (مصنف مثنوی ہذا) اور سید اعظم کا باہمی قسمت نامہ عالمگیر اورنگ زیب کے جلوس ۳ ھ (۱۰۷۱ھ) میں لکھا گیا، جس سے یہ نتیجہ برآمد ہوتا ہے کہ سید اسمٰعیل ۱۰۷۱ھ عالمگیر اورنگ زیب کے عہد میں کسی علمی منصب پر مامور تھے اور وہاں سے یہ قسمت نامہ مرتب کر کے قاضی امروہہ سید عبدالرسول کو اپنے گماشتے کے ذریعے بھیجا۔

۵- ایسے[5] قسمت نامے کی ایک نظیر اوپر پیش کی جاچکی ہے کہ اس زمانے میں لشکری فرائض کی انجام دہی کے اوقات میں گماشتوں کے ذریعے قسمت نامے عمل میں آیا کرتے تھے تاکہ مسئلے میں کسی شک و شبہ کی گنجائش نہ رہ جائے۔

ان تمام حوالوں اور اقتباسات کے بعد ایک ہمہ گیر نتیجہ بہت آسانی سے قابل تسلیم ہو سکتا ہے کہ میر اسمٰعیل کا وجود[6] ۱۰۵۴ھ سے ۱۱۲۳ھ تک مسلّم ہے۔

---

[1] ملاحظہ فرمائیے سلسلہ نمبر ۴۳، [2] ملاحظہ فرمائیے سلسلہ نمبر ۴۷، [3] سلسلہ نمبر ۴۶
[4] سلسلہ نمبر ۵۳، [5] سلسلہ نمبر ۵۲، [6] سلسلہ نمبر ۵۷،

۱۱۲۰ سے ۱۰۵۴ کو تفریق کرنے سے چھیاسٹھ سال برآمد ہوتے ہیں۔ یہ کوئی ضروری نہیں کہ ۱۰۵۴ھ میں میر اسمٰعیل بھی اپنے دونوں بھائیوں سید عاقل اور سید عالم کے ساتھ لشکری منصب پر فائز ہو چکے ہوں لیکن عالمگیر اورنگ زیب کے جلوس سنہ ۳ میں کسی علمی منصب پر فائز تھے۔

صفِ اوّل کے شعرا اور میر اسمٰعیل

- حاجی محمد الملقب بہ نوشہ (پنجاب)
- مولانا عبدیؔ (پنجاب)
- افضل حسین افضلؔ پانی پتی
- فائزؔ دہلوی
- جعفر زٹلی ـــــ اور
- ولیؔ

میں اس امر پر قطعی مصر نہیں کہ اسمٰعیل کی منزل عہد و اقدار کو کسی نہ کسی پہلو سے ثابت کر کے اوّلیت کا سہرا اس کے سر پر رکھ دوں۔

چنانچہ یہاں اجمالی طور پر مذکورہ شعرا کے سلسلے میں معلومات حاصل کر کے تعین عہد کر لیا جائے:

۱۔ اس سلسلے میں "جناب گوہر نوشاہی سلمہٗ" نے "حاجی محمد نوشہ" کا نام شمالی ہند میں بنیادی "شاعر اردو" کی حیثیت سے معروف کیا ہے جو پنجاب میں اردو (محمود شیرانی) "قدیم اردو" (مسعود حسین خاں) ، نیز دیگر محققین کی تحقیق کے بعد خاصی وقعت کا حامل ہے۔

موصوف کا وہ مقالہ" سہ ماہی مجلہ صحیفہ لاہور" میں شائع ہو چکا ہے[1]، جو راقم الحروف کے پیشِ نظر ہے، اس کے چند اقتباسات پیش کرنے کے بعد ہی تذکرہ دونوں شعرا کے عوامد کا تعین ہو جاتا ہے۔

لکھتے ہیں :

۱۔ "نوشہ[2] گنج بخش ضلع گجرات کے ایک گاؤں ...... میں یکم رمضان ۹۵۹ھ مطابق ۲۱ اگست ۱۵۵۲ء بروز سوموار پیدا ہوئے ....

نوشہ[3] صاحب کی وفات ایک سو پانچ برس کی عمر میں بروز سوموار بتاریخ ہشتم ربیع الاول ۱۰۶۴ھ ضلع گجرات میں ہوئی۔ ....

اگر[4] اس کتاب (گنج الاسرار) کا سالِ تصنیف نوشہ صاحب کی وفات کے قریب یعنی ۱۰۶۴ھ میں ہی مان لیا جائے، تب بھی "گنج الاسرار" ...... پنجاب میں قدیم ترین اردو ...... گنج الاسرار قرار پاتی ہے۔

..................الخ"

۲۔ رسالہ فقہ ہندی — مولانا عبدی

اقتباس از "پنجاب میں اردو" — (حافظ شیرانی)

"پنجاب[5] میں مولانا عبدی کی تصانیف" رسالہ فقہ ہندی" سب سے

---

[1] مقالہ" گنج الاسرار" اردو کی ایک قدیم مثنوی" مطبوعہ سہ ماہی مجلہ "صحیفہ" مجلس ترقی ادب لاہور، شمارہ ۳۵، اشاعت اپریل ۱۹۶۶ء

[2] صفحہ ۵۴ [3] صفحہ ۵۵ [4] صفحہ ۵۶

[5] پنجاب میں اردو صفحہ ۲۹۵

قدیم ہے جو ۱۰۷۴ھ میں بہ عہد اورنگ زیب عالمگیر لکھا جاتا ہے۔ عبدیؔ کی تحریک، ہمارا خیال ہے، برابر جاری رہی ہے، لیکن محمد شاہی دور تک کسی اور تالیف کا سراغ نہیں ملتا۔

محاکمہ !

بحث و تمحیث کی طوالت سے بچنے کے لیے یہاں "موصوف" مقالہ نگار کا محاکمہ بھی پیش کر دیا جائے۔

لکھتے ہیں :

(الف) حافظ محمود شیرانی صاحب نے ۱۰۷۴ھ کی ایک مثنوی "فقہ ہندی" کو پنجاب میں اردو کی سب سے قدیم تصنیف قرار دیا ہے، اگرچہ گنج الاسرار کا سن تصنیف متعیّن نہیں، لیکن اشعار کی اندرونی شہادتوں سے، یہ بات واضح ہوتی ہے کہ اس کی تصنیف "نوشہ صاحب" کی زندگی کے آخری ایّام میں ہوئی ...... الخ

(ب) نوشہ صاحب کی وفات ۱۰۶۴ھ میں ہوئی۔ اگر اس کتاب کا سالِ تصنیف نوشہ صاحب کی وفات کے قریب یعنی ۱۰۶۴ھ ہی مان لیا جائے تب بھی "گنج الاسرار" فقہ ہندی سے دس سال پرانی تصنیف ہے۔ اس صورت میں پنجاب میں قدیم ترین اردو تصنیف فقہ ہندی کے بجائے

---

۱ مقالہ مطبوعہ "صحیفہ"، صفحہ ۵۸

گنج الاسرار قرار پاتی ہے۔

(ج) ....[۱] لیکن ہمیں افسوس سے کہنا پڑتا ہے کہ پنجاب پر کام کرنے والے محققین ابھی تک حافظ صاحب کے فرمائے ہوئے "اس دعوے کو کہ شمالی ہندوستان" جس میں دہلی بھی شامل ہے" اردو کی قلمی یادگاریں گیارھویں صدی ہجری سے زیادہ قدیم نہیں ملتیں، اپنائے ہوئے ہیں"........ حافظ صاحب یا کسی محقق کا کوئی دعویٰ بھی حرفِ آخر نہیں ہوتا"

ساتھ ہی معاصر مقالہ نگار نے یہ بھی لکھ دیا ہے کہ" حافظ صاحب یا کسی محقق کا کوئی دعویٰ بھی حرفِ آخر نہیں ہوتا"۔ اس نظریے کے تسلیم کر لینے میں بھی ہمیں کوئی پس و پیش نہیں ہو سکتا۔

افضل پانی پتی (المعروف بہ جھنجھانوی)

پنجاب کے بعد ہمارے پیشِ نظر دلی اور نواحِ دلی کے دوسرے شعرا کے عوام بھی بڑی اہمیت کے حامل ہو سکتے ہیں جو متذکرہ بالا عنوان میں علی الترتیب شامل کیے گئے ہیں۔ ان شعرا کے عواصر پر نظر کر لینے سے "دلی" کے "بنیادی شاعر" یا بنیادی صنفِ سخن کا تعین ہو جائے گا۔

ان میں پہلی منزل "افضل جھین افضل پانی پتی (مصنف بارہ ماسہ "بکٹ کہانی") کی ہے۔ افضل کا سنِ وفات ۱۰۳۵ھ مطابق ۱۶۲۵ء ہے۔

۱۔ صحیفہ، طباعت مذکور، صفحہ ۱۱

۱۹۵۴ء[1] میں مولوی عبدالحق نے مثنوی "وفات نامہ بی بی فاطمہ" کا عنوان قائم کیا تھا "شمالی ہند کی سب سے قدیم مثنوی" ـــ اور مرحوم نے تذکرہ "مخزنِ نکات" ۱۹۲۹ء میں مرتب کیا، جس میں افضل پانی پتی کے متعلق لکھتے ہیں:

> شیخ محمد قیام الدین قائم[2] پہلا تذکرہ نویس ہے جس نے اپنے تذکرۂ مخزنِ نکات ۱۷۵۵ء میں "محمد افضل افضل" کی نشان دہی ...... ان الفاظ میں کی ہے .... الخ

ظاہر ہے کہ ترتیب مخزنِ نکات سے پہلے "پنجاب میں اردو"[3] اور افضل کا بارہ ماسہ (بکٹ کہانی) بھی مولوی عبدالحق کی نظر اور مطالعے میں تھیں۔ اس میں شک وشبہ کا کوئی تصور تک نہیں ہو سکتا۔

پھر ـــ مولوی عبدالحق نے پیش نظر مثنوی کا "متذکرہ" عنوان کیسے فرض کر لیا؟ آیا اس کے سلسلے میں مزید تفکر کی کوئی راہ نکل سکتی ہے؟ اس سلسلے میں چند امور تفصیل طلب ہیں۔

(الف) کیا افضل کی بکٹ کہانی، صنفِ مثنوی کے تحت نہیں آتی، یا مولوی عبدالحق نے اسمٰعیل کے ساتھ رُا نب داری اور افضل کے ساتھ تعصب سے کام لیا ہے؟

اگر بکٹ کہانی، صنفِ مثنوی میں داخل ہے تو اس کو بھی مثنویاتِ اسمٰعیل پر تقدم و اولیت حاصل ہے اور اسمٰعیل کی مثنویات کی اقدار ومنازل میں مزید فرق آجائے گا۔

---

[1] سہ ماہی مجلہ "اردو" (انجمن ترقی اردو۔ کراچی) طباعت اپریل ۱۹۵۴ء
[2] بہ حوالہ "قدیم اردو"
[3] طباعت ۱۹۲۸ء

اس سلسلے میں مختلف محققین و مورخینِ ادب نے جو آرا ظاہر کی ہیں، اجمالاً پیش کی جاتی ہیں، تاکہ کوئی نتیجہ اخذ کیا جا سکے۔

۱۔ قدیم اردو، جلد اوّل، مطبوعہ ۱۹۶۵ء، صفحہ ۳۸۵ (مسعود حسین خاں) :

صنف بارہ ماسہ : افضل کی بکٹ کہانی کو قائم نے مثنوی کہا ہے۔ میر حسن نے
بارہ ماسہ عرف بکٹ کہانی کے نام سے یاد کیا ہے۔
اسپرنگر نے نظم...... جس کا نام 'بکٹ کہانی' ہے، لکھا ہے
محمد ابراہیم خاں خلیل نے میر حسن کے تتبع میں اپنے تذکرۂ گلزارِ
ابراہیم میں 'بارہ ماسہ، مشہور بکٹ کہانی' تحریر کیا ہے۔
عبداللہ انصاری نے انیسویں صدی کے آغاز میں اسے
صرف بکٹ کہانی کے نام سے یاد کیا ہے۔ اسٹیٹ لائبریری
(کتب خانۂ آصفیہ) حیدر آباد کے نسخے (نمبر ۱۰)
میں گجراتی زبان کے انداز پر 'بسم اللہ الرحمٰن الرحیم' کے
تحت اس کا نام 'بارہ ماسہ' درج کیا ہے۔

مسعود حسین خاں کی ذاتی رائے :

لیکن افضل کی نظم کا اصل نام 'بکٹ کہانی' ہی
ہے جو مثنوی کے انداز میں بحر ہزج مسدس محذوف الآخر
(مفاعیلن مفاعیلن فعولن) میں لکھی گئی ہے، بعض
اشعار 'بحر ہزج مسدس مقصور الآخر' میں بھی ہیں،
.... (مگر) مثنوی کی طرز اور بحر میں ہونے کے

باوجود ہیئت کے اعتبار سے جدید آریائی زبانوں کے
ابتدائی اور درمیانی دَور کی مقبولِ عام صنفِ سخن "بارہ ماسہ"
میں ہے ...... راقم کی اطلاع کے مطابق، یہ پنجابی،
گجراتی، اودھی اور شمالی ہند کی دوسری بولیوں کی مشہور
صنف رہی ہے۔ ....
اس کا ارتقا (طویل نظم) کے "رت ورنن"[1] سے ہوا ہے۔

۲۔ اب مقالاتِ حافظ شیرانی جلد دوم (مطبوعہ ۱۹۶۶ء مجلس ترقی ادب لاہور) صفحہ ۹۳، ۹۹ ملاحظہ فرمائیے:

بکٹ[2] کہانی کا مطلب ہے "قصۂ غم بار و رُوداد اُلم"۔ بکٹ کے معنی سخت، ناقابلِ برداشت، غم ناک اور دُکھ بھرے، کے ہیں ..... بارہ ماسہ..
....

یہ کہانی "یوسف زلیخائے جامی" کے وزن (بحر ہزج مدس محذوف) میں مثنوی کے طور پر لکھی گئی ہے جس سے ایک دو شعر بھی منقول ہیں، اوزان و قوافی کی کامل پابندی کی گئی ہے۔ اس نظم[3] کی ایک خصوصیت یہ ہے .....
اس نظم[4] میں فارسی بندشیں اور ترکیبیں جا و بے جا باندھی گئی ہیں.....

---

[1] "رت ورنن" میں عام طور پر چھ موسموں کا ذکر ہوتا ہے (مسعود حسین خان "قدیم اردو")
[2] مقالات، محمود شیرانی صفحہ ۹۴
[3] شیرانی نے بہ ذاتِ خود بھی "نظم" ہی کے نام سے موسوم کیا ہے۔
[4] یہاں بھی نظم ہی لکھا ہے۔

درمیان میں ایک انگریزی بندش ٹھونس دی جاتی ہے .... اور پنجابی فعل پر ختم کیا جاتا ہے .... میں نہیں جان سکتا کہ[1] اس نظم کو ریختہ کی کون سی قسم میں شامل کیا جائے ......

معلوم ہوا کہ افضلؔ کی بکٹ کہانی (بارہ ماسہ) جو الگ تھلگ' ایک صنفِ سخن ہے — اس کا تعلق مثنوی کی صنف سے نہیں — اس کو نظم تو کہا جا سکتا ہے لیکن مثنوی کا نام نہیں دیا جا سکتا' ورنہ سابقین و اوّلین یا معاصرین میں کوئی ایک تو' مثنوی کا نام دیتا۔ "قائمؔ" جو بارہ ماسہ اور افضلؔ کا بنیادی محقق ہے' البتہ اس نے رَوا روی میں یا نادانستہ "مثنوی" لکھ دیا ہوگا: قاعدہ ہے کہ کسی نئی شے کی تحقیق میں ایسے جزئیات کی طرف نظر نہیں جاتی کہ قائمؔ اس کی بحر اور بحر میں بھی' محذوفات پہ غور کرتا، وہ محض یہ سمجھا کہ یہ مثنوی ہو سکتی ہے۔ اس کے بعد کچھ بھی سوچنے کی زحمت گوارا نہ کی۔

(ب) مولوی عبدالحق نے قائمؔ "کا" تذکرہ ترتیب دیا اور مثنوی اسمٰعیل بھی بنیادی طور پر موصوف ہی کی تحقیق ہے لیکن وہ بکٹ کہانی کو "مثنوی" تسلیم نہیں کرتے' اور مثنوی اسمٰعیل پر "شمالی ہند کی سب سے قدیم مثنوی" کا عنوان قائم کرتے ہیں۔ ان کے علاوہ متقدمین و سابقین' تذکرہ نویسوں میں سے کسی دوسرے نے بھی" بکٹ کہانی" کو مثنوی تسلیم نہیں کیا۔

اس مسئلے میں مزید مباحث کی بھی خاصی گنجائش نکل سکتی ہے اور بکٹ کہانی کسی حیثیت سے بھی مثنوی کی صنف میں نہیں آتی، لیکن اجمال و اختصار کے پیشِ نظر مذکورہ اکابرین اور تذکرہ نویسوں کے تصوّرات اور اقوال پہ اکتفا کی گئی ہے۔

---

1 متواتر "نظم" ہی لکھ رہے ہیں —

میر اسمٰعیل اور فائز دہلوی

افضل پانی پتی اور دکنی شعرأ کے بعد ایک اہم ترین ہستی "فائز دہلوی" کی ہے جو دلّی میں میر اسمٰعیل کے تقدم و اوّلیت کیلیے سدِّ راہ ہوسکتی ہے۔

میر اسمٰعیل کی شخصیت اور عہد کی معلومات اور تحقیق سے پہلے تو اس قسم کا ایک دھندلا سا تصوّر ہوسکتا تھا، لیکن اب اسمٰعیل اور فائز دونوں کے تقدّم و تاخّر کا فیصلہ نہایت آسانی اور سہولت سے ہوجائے گا۔

حقیقت یہ ہے کہ سید مسعود حسن صاحب رضوی ادیب نے حسبِ معمول "دیوانِ فائز" کی ترتیب اور فائز کی شخصیت و عہد کی تحقیق میں انتہائی تلاش، جستجو اور دور بینی و کاوش کی ہے، اور ادبی تاریخوں، تذکروں اور شخصی تاریخوں کا گہری نظر سے مطالعہ کیا ہے، کہ دور دراز کے گوشے بھی نظر انداز نہیں کیے جہاں سطحی نظریں پہنچنا دشوار ہی نہیں بلکہ ناممکن تھیں۔

نیز فائز کے حالات کے مطالعے کے بعد اندازہ ہوا کہ اسمٰعیل اور فائز کے بعض حالات بھی مشترک سے ہیں۔ مثلاً :

فائز کے آباد احداد بھی دامنِ شاہی سے وابستہ رہے

اور اسمٰعیل کے اخلاف و اسلاف بھی !

اسمٰعیل اور فائزؔ دونوں کا سن پیدائش محقق نہیں۔

دونوں کے ابتدائی عہد میں فرق نظر آتا ہے اور اسی کی تحقیق کے بعد تقدم و اوّلیت کا سہرا کسی ایک کے سر پر رکھ دینا ہے۔

اس مسئلے میں کسی اہم نتیجے پر پہنچنے کے لیے حسب ذیل اجمالی ساخاکہ کافی ہوگا۔

۱۔ عہدِ اکبر بادشاہ از ۹۶۴ھ (۱۵۵۶ء) تا ۱۰۱۴ھ (۱۶۰۵ء)

۲۔ عہدِ جہانگیر از ۱۰۱۴ھ (۱۶۰۵ء) تا ۱۰۳۷ھ (۱۶۲۷ء)

۳۔ عہدِ شاہجہاں از ۱۰۳۷ھ (۱۶۲۷ء) تا ۱۰۶۹ھ (۱۶۶۶ء)

۴۔ عہدِ عالمگیر اورنگ زیب از ۱۰۶۹ھ (۱۶۵۸ء) تا ۱۱۱۹ھ (۱۷۰۷ء)

۵۔ بہادر شاہ اوّل از ۱۱۱۹ھ (۱۷۰۷ء) تا ۱۱۲۴ھ (۱۷۱۲ء)

اسمٰعیل اور فائزؔ کے آبا و اخلاف کے عواہد پر ایک نظر

عالمگیر اورنگ زیب نے تخت پر بیٹھ کر فائزؔ کے دادا ابراہیم خاں کو اپنی ملازمت کا شرف بخشا۔[1]

میر اسمٰعیل بذاتِ خود عہدِ جہانگیر اور شاہجہاں کی شخصیت ہیں اور عہدِ عالمگیر میں آخر عمر میں داخل ہو چکے ہوں گے، جیسا کہ ۱۰۷۱ھ جلوس ۳ عالمگیر کے ایک قسمت نامے سے ظاہر ہوتا ہے اس لحاظ سے میر اسمٰعیل فائزؔ کے دادا کے معاصر کہے جا سکتے ہیں۔[2]

---

[1] دیوانِ فائزؔ۔ مرتبہ سید مسعود حسن رضوی ادیب

[2] ملاحظہ فرمایئے نشان نمبر ۵۳

[1] عالمگیر نے تخت نشینی کے دوسرے سال فائز کے دادا ابراہیم خاں کو کشمیر کا صوبہ دار مقرر کیا۔ (سنہ ۱۰۷۰ھ) اور انچاسویں سال منصب میں مزید اضافہ ہوا (سنہ ۱۱۱۷ھ)

[3] ابراہیم خاں کے تین بیٹے زبردست خاں یعقوب خاں اور فدائی خاں تھے، ان میں زبردست خاں (فائز کے والد) جلوس عالمگیر کے انچاسویں سال سنہ ۱۱۱۶ھ میں اجمیر کا صوبہ دار مقرر ہوا۔

[5] سنہ ۱۱۲۷ھ عہد فرخ سیر میں کلیاتِ فائز مرتب ہوا، اور سنہ ۱۱۴۲ھ میں نظر ثانی ہوئی۔

[2] میر اسمٰعیل کے معاصرین کا وجود سنہ ۱۰۵۴ھ سے ملتا ہے، جب کہ فائز کے دادا ابراہیم خاں کی اصل زندگی سنہ ۱۰۸۰ھ سے شروع ہوئی اور وہ سنہ ۱۱۱۷ھ تک ملازمت شاہی میں رہنے کے قابل رہے۔

[4] لیکن میر اسمٰعیل سنہ ۱۱۱۶ھ میں ضعیفی کی سرحدوں میں قدم رکھ چکے ہوں گے اس لیے کہ موصوف کی ولادت سنہ ۱۰۳۰ھ سے سنہ ۱۰۴۰ھ کے درمیان قرین قیاس ہے۔

[6] لیکن میر اسمٰعیل سنہ ۱۱۲۳ھ میں وفات پا چکے تھے اور اگر زندہ ہوتے تو سو سال تک کی عمر کا اندازہ ہو سکتا ہے۔

۱۔ دیوانِ فائز۔ مرتبہ سید مسعود حسن رضوی ادیب۔

۳۔ " " " " " "

۵۔ " " (دیباچہ) " " "

۲۔ میراں عبدالماجد (میر اسمٰعیل کے چچا زاد بھائی) دیکھیے نشان ۱۲، ۱۴

۴۔ ملاحظہ فرمائیے نشان نمبر ۲۶، ۳۰، ۴۲۔

۶۔ دیکھیے نشان نمبر ۲۳

فائز[1] کی ولادت گیارھویں صدی کے اواخر میں ہوئی۔ اور سالِ وفات سنہ ۱۱۵۱ھ معلوم ہے، نیز فائز نے اپنے خطبے میں ضعیفی کی آمد اور عہدِ جوانی کے بیت جانے پر اظہارِ افسوس کیا ہے۔

صدرالدین فائز دہلوی[2] سنہ ۱۱۳۵ھ میں اورنگ آباد میں ملازم ہوئے۔

میر اسمٰعیل[3] سنہ ۱۱۲۳ھ میں وفات پا چکے تھے۔ سنہ ۱۰۷۱ھ[4] کا شراکت نامہ موجود ہے گویا کہ اس سن میں موصوف جوان ہوں گے، اس کے علاوہ ان کی ولادت کا تعین ان کے چچازاد بھائی کے عہد سنہ ۱۰۵۵ھ کے تحت متذکرہ بالا سنین (سنہ ۱۰۳۵ھ سے سنہ ۱۰۴۰ھ) تک ہی قرینِ قیاس ہے۔

لیکن میر اسمٰعیل[5] بارہ سال پہلے تقریباً ۸۵ سے ۸۸ سال کی درمیانی عمر میں وفات پا چکے تھے۔

۱۔ خطبۂ فائز (دیوانِ فائز) ص ۹۵ بحوالہ طبقات الشعرا (کریم الدین) ص ۱۹۰، بحوالہ تاریخ محمدی ص ۶۳، نیز تاریخ محمدی ص ۶۳۔

۲۔ خطبۂ فائز (دیوانِ فائز مرتبہ مسعود حسن ادیب)

۳۔ ملاحظہ فرمائیے تحریر جیدر حسین یکتا از مثنوی مصنفہ سنہ ۱۱۰۵ھ۔

۴۔ سنِ تصنیف مثنوی سنہ ۱۱۲۰ھ ہے۔

۵۔ ملاحظہ فرمائیے نشان نمبر ۲۹،

دلائل ! مسئلہ غالباً صاف ہوچکا ہے اب مزید دلائل و براہین کی ضرورت نہیں۔ میر اسمٰعیل کے جتنے ہم عصر قرینِ قیاس ہوسکتے ہیں وہ سب عہدِ جہانگیر، اور عہدِ شاہجہاں کی شخصیتیں ہیں۔

مذکورہ شجرہ کے شمول کا سب سے اہم سبب ہی یہ ہوا کہ اسمٰعیل کے سن ولادت سے ہم لاعلم ہیں اور دونوں شعرا[1] کا سنِ وفات ہی معلوم ہوسکا ہے، ساتھ ہی یہ بھی معلوم ہے کہ فائز نے عہدِ شباب سے پہلے شاعری شروع کردی تھی، نیز ۱۱۲۶ھ میں دیوان مرتب کیا اور ۱۱۵۱ھ میں وفات ہوگئی۔ ان تمام سنین سے موصوف کی عمر کا ایک اندازہ کیا جاسکتا ہے۔

۱۱۵۱ھ میں وفات کے وقت فائز کی عمر ۸۰ اور ۸۵ سال بھی قرینِ قیاس ہے اس حساب سے موصوف کا سنِ ولادت ۱۰۶۶ھ سے ۱۰۷۱ھ تک ہوسکتا ہے، لیکن میر اسمٰعیل کا قسمت[2] نامہ ۱۰۶۶ھ کا موجود ہے جو وطن سے دور کسی مقام پر مرتب ہوا، اور نمائندہ کے ذریعہ امروہہ بھیجا گیا۔ اس وقت میر اسمٰعیل کی عمر ۳۵ سے ۴۰ سال تک ہوسکتی ہے۔ گویا کہ جب[3] فائز پیدا ہوئے، اس وقت اسمٰعیل عہدِ شباب کو عبور کرچکے تھے۔ پیشِ نظر قسمت نامہ ایسی مسکت دلیل اور لاجواب ثبوت ہے جس کے

---

۱ خطبۂ فائز (دیوانِ فائز)، صفحہ ۲۶، سطر ۵

۲ ملاحظہ فرمائیے نشان نمبر ۵۳

۳ دیوانِ فائز، صفحہ ۷۶ - ۷۷

بعد اسمٰعیل اور فائز کی عمر کا تفاوت بالکل بدیہی ہے جو فائز کے دادا ابراہیم خاں اور زبردست خاں (فائز کے والد) اور فائز کی عمر میں ہو سکتا ہے۔

سنہ ۱۱۲۰ھ میں "زیرِ نظر مثنوی کی تصنیف کے وقت" عین ممکن ہے کہ اسمٰعیل کی عمر ۸۰ اور ۸۵ سال کی ہو، اور عین ضعیفی کے عالم میں یہ مثنوی کہی ہو۔

دوسری بات جو فائز کے سلسلے میں قابلِ جواب ہو سکتی ہے۔ وہ یہ ہے کہ فائز کا کلام معتدبہ مقدار میں موجود ہے اور ہمیں اس رائے کے تسلیم کر لینے میں کوئی تامل نہیں کہ فائز شمالی ہند کے پہلے صاحبِ دیوان شاعر کہے جا سکتے ہیں لیکن اس کے باوجود بھی تقدم و اولیت کا سہرا میر اسمٰعیل ہی کے سر پر جگمگاتا نظر آئے گا۔ ان امور سے اسمٰعیل کی شخصیت اور قدروں میں کوئی نقص نہیں آتا، اور نہ ———————— ان کے اعزاز اور شرفِ تقدم اور عظمتِ مراتب میں کوئی کمی آتی ہے۔

ہمارے سامنے اس وقت میر اسمٰعیل کی "زیرِ نظر" دو مثنویاں ہیں، یہاں ایسے صرف دو اشعار پیش کیے جاتے ہیں جو فائز کے شعر کے بہ اعتبار مطالب و معانی مشترک ہیں۔

یہ تینوں اشعار "نعت سرورِ کائنات صلعم" سے متعلق ہیں ان کو سامنے رکھ کر اسمٰعیل اور فائز کی زبان اور اسلوبِ بیان "شگفتگی"، روانی اور رفعتِ فکر کا اندازہ ہو جائے گا۔

یہاں یہ بات بھی پیشِ نظر رکھنا ضروری ہے کہ اسمٰعیل، فائز کے مقابلے میں —— مقدم شاعر کی حیثیت رکھتے ہیں۔ ان کے الفاظ نقشِ اول اور فائز کا تصور نقشِ ثانی ہے۔ اس کے بعد بھی دونوں کے تفکر، اور ترکیبِ الفاظ، اور روانی و سلاست کا اندازہ فرمائیے:

اسمٰعیل : محمدؐ نبی کو جو پیدا کیا[1]
سبھی خلق کوں ان پہ شیدا کیا
سبھوں پہ محمدؐ جو ہیں نام دار
کہ ہے دین ان کا صحیح پائدار

فائزؔ : نبیؐ اور اولیا اور قطب ابدال[2]
ہوئے تجھ فضل سے دنیا میں کمال

ولیؔ !

ولیؔ ۱۶۶۷ء میں پیدا ہوئے اور ۱۷۰۷ء میں وفات پائی۔ اس حساب سے ان کی عمر پچاس سال ہوتی ہے۔ ہو سکتا ہے کہ ولیؔ اور اسمٰعیل آپس میں ملے ہوں، محفلوں میں ساتھ رہا ہو، اور ولیؔ ان کی زبان اور بیان سے متاثر ہوئے ہوں۔ یہ بھی ممکن ہے کہ ولیؔ نے اسمٰعیل کا کلام دیکھا یا سنا ہو۔ لیکن یہ امر متحقق ہو گیا کہ ولیؔ کی ولادت کے وقت اسمٰعیل نوجوان تھے اس لیے کہ ان کا ۱۰۷۱ھ مطابق ۱۶۶۰ء کا شراکت نامہ موجود ہے اس وقت ولیؔ کمسن تھے۔ اسمٰعیل ان کی پیدائش کے وقت جوان تھے اور وفات کے وقت ضعیف ۔۔ اسمٰعیل کو ولیؔ کے بعد کا شاعر نہیں کہا جا سکتا۔ ولیؔ، اسمٰعیل کے بعد کے شاعر تھے اور اگر اس مسئلے کو نظرانداز بھی کر دیا جائے، تب بھی اسمٰعیل شمالی ہند کا شاعر تھا اور ولیؔ دکن کا۔ وہ دکن سے دلّی آئے اور پھر دکن واپس ہو گئے۔ اسمٰعیل دلّی میں رہے اور

---

1. اشعار نمبر ۹۹ ۔۔ ۱۰۰، زیر نظر مثنوی
2. دیوانِ فائزؔ صفحہ ۲۲۴، مرتبہ سید مسعود حسن رضوی ادیبؔ

پھر دکن گئے ۔ اسی طرح فائزؔ دہلوی کے متعلق بھی قیاس کیا جا سکتا ہے کہ انھوں نے اسمٰعیل کو دیکھا ہو، یا ان کا کلام سنا ہو، اس لیے کہ فائزؔ بھی ۱۱۳۵ھ میں اورنگ آباد میں دامنِ شاہی سے وابستہ ہوئے ۔ فائزؔ کے لیے یہ کہنا بعید از عقل ہے کہ ان سے اسمٰعیل کی ملاقات اور تعارف ہو سکا ہو، اس لیے کہ اسمٰعیل فائزؔ کے عہدِ طفلی ہی میں دِلّی چھوڑ چکے تھے۔

بہرحال ان تمام امور پر نظر کر لینے کے بعد اسمٰعیل کے پیشِ نظر کلام پر ایک سطحی سی نظر کر لینا ہے ۔

جعفرؔ زٹلّی ! "میر جعفرؔ زٹلّی"، فائزؔ سے قدیم تھے اور ان کے شائستہ کلام کا وجود بھی ثابت ہے لیکن وہ عالمگیر کے آخر عہد کی شخصیت کہے جا سکتے ہیں، اور اسمٰعیل شاہجہاں اور عالمگیر کے عہد کے شاعر ہیں ۔ جعفرؔ زٹلّی کے عہدِ طفلی کے وقت میر اسمٰعیل کا عہدِ جوانی گزر چکا تھا ۔ ایسی صورت میں جعفرؔ زٹلّی اور میر اسمٰعیل کے عوا ید میں خاصا فرق تھا

❖

عہدِ اوّلیں میں سمٰعیل کی اہمیت کا تعین

صفِ اوّل کے شعرا سے متعلق متذکرہ معلومات کی چنداں ضرورت نہ تھی، لیکن اس عہد میں اسمٰعیل کے وجود کی اہمیت اور کردار کے پیشِ نظر یہ تمام جستجو کی گئی۔

اب اس کا جائزہ" اس طرح لے لیا جائے :

۱- پنجاب کے دونوں شاعر :

(الف) نوشہ المتوفی ۱۰۶۴ھ مطابق ۱۶۵۳-۵۴ء

(ب) عبدی المتوفی ۱۰۷۴ھ مطابق ۱۶۶۳-۶۴ء

۲- (الف) افضل پانی پتی المتوفی ۱۰۳۵ھ مطابق ۱۶۲۵ء

(ب) فائز دہلوی المتوفی ۱۱۵۱ھ مطابق ۱۷۳۸ء

(ج) ولی (بحیثیت رہائش دِلّی) المتوفی ۱۱۲۹ھ مطابق ۱۷۱۷-۱۸ء

(د) جعفر : آخر عہد عالمگیر اور عہد فرخ سیر، المتوفی ۱۱۱۹ھ مطابق ۱۷۰۷ء کے اردگرد۔

مذکورہ شعرا کے علاوہ بھی بعض شعرا ہمارے عہدِ اولیں کی یادگار کہے جا سکتے ہیں، لیکن فی الحال شمالی ہند میں اوّلیں اور بنیادی ادبی تاریخ کی بنیادیں دسویں صدی کے اواخر سے شروع ہو کر بارھویں صدی کے نصف اوّل تک استوار ہو سکتی

ہیں۔ اس عہد کے فصل کا اندازہ تقریباً ڈیڑھ صدی تک لگایا جا سکتا ہے۔

جیسا کہ عرض کیا گیا کہ اسمٰعیل کا کوئی باقاعدہ "دیوان" تا ایں وقت دستیاب نہیں ہوا، اور نہ ہی یہ محقق ہے کہ موصوف کا مزید کلام کتنا تھا — ہو سکتا ہے، کہ وطن کے زمانۂ قیام کا کلام ان کے ساتھ چلا گیا ہو یا اگر وطن ہی میں رہ گیا، تو ناقدرشناسی کا شکار ہو گیا[1] — کسی شئے کا دستیاب نہ ہونا، عدم شئے کی دلیل نہیں ہوتی، جبکہ اجزائے شئے کا وجود ہو — نامعلوم حالات کے نتائج تک پہنچنے کے لیے قرینِ قیاس امور ہی کو سرچشمہ بنایا جا سکتا ہے۔ اسمٰعیل کا وطن میں وجود، ان کا صاحبِ اولاد ہونا، امروہہ سے دِلّی اور دِلّی سے دکن کا طویل سفر، اس امر کا ثبوت ہے کہ اسمٰعیل کی عمر اس وقت ۲۰ — ۲۵ سال سے ۵۰ سے ۶۰ سال تک معیّن کی جا سکتی ہے —!

اسمٰعیل کی ایک مثنوی "سوت ندی"[2] بھی عالمِ وجود میں آئی، لیکن اس کا سراغ ہم کو نہیں ملا اور نہ اس کا سنِ تصنیف ہی معلوم ہو سکا۔

لیکن سنِ وفات[3] ۱۱۲۳ھ (۱۲-۱۷۱۱ء) معلوم ہے، نیز تاریخ ولادت کا تعیّن ۱۰۳۰ھ سے ۱۰۴۰ھ کے درمیان کیا گیا ہے۔

---

[1] لیکن یکتاؔ نے "مثنوی وفات نامہ بی بی فاطمہ" کے تعارف میں جو الفاظ لکھے ہیں، وہ ملاحظہ فرمایئے!

[2] روایت وطن اسمٰعیل (امروہہ)

[3] دونوں مثنویات کی تعارفی تحریر از "یکتاؔ" ملاحظہ فرمایئے!

چنانچہ افضلؔ، اسمٰعیلؔ سے کچھ عرصہ قبل کے کہے جا سکتے ہیں، لیکن اس وقت اسمٰعیل کی پیدائش ممکن ہو سکتی ہے۔

دوسرے یہ کہ افضلؔ کا[1] بارہ ماسہ "مثنوی" کی صنعت سے الگ ہے۔ افضلؔ کے علاوہ نوشہؔ اور عبدیؔ کے شواہد سنہ ۱۰۶۴ھ اور سنہ ۱۰۷۴ھ تک پہنچتے ہیں، اور اسمٰعیل اس وقت تک جوانی کی منزلوں میں آچکے تھے۔ نیز فائزؔ، ولیؔ اور جعفرؔ ان کے ضعیفی کے عہد کی شخصیات ہیں۔

اس کے بعد اسمٰعیل کے عہد و اہمیت کے تعیّن کے لیے کسی مزید بحث کی ضرورت پیش نہیں آتی۔

گویا کہ اسمٰعیل ان تمام اولین شعرا کے درمیان ان اہم رشتوں، واسطوں اور کڑیوں کو ملانے والی شخصیت اور کردار ہے جو افضلؔ اور نوشہؔ سے ولیؔ، فائزؔ اور جعفرؔ تک کے مکمل عہد اور تاریخ میں شامل ہے اور ایک دوسرے کے عہد کا ڈانڈے سے ڈانڈا ملا دیتا ہے۔

❖

---

[1] شواہد صفحات گذشتہ میں پیش کیے جا چکے ہیں۔ (مرتّب)

علم و فضل

پیشِ نظر دونوں مثنویات، حیدر حسین یکتا نے ۱۲۸۴ھ (۱۸۶۷ء) میں اسمٰعیل کی وفات ۱۱۲۳ھ سے ایک "سو اکسٹھ[۱۶۱]" سال بعد نقل کی ہیں۔ حیدر حسین یکتا نے اسمٰعیل کے لیے آداب کی جو محفل "آراستہ کی ہے" وہ اس امر کی نشان دہی کرتی ہے کہ اسمٰعیل کا شمار ان کے وطن میں "فضلا و علما" کی صف میں ہوتا تھا۔ یکتا نے جس وقت یہ مثنویات نقل کیں۔ اس وقت تک بھی "باوجود ڈیڑھ صدی گذر جانے کے" اسمٰعیل کے علم و فضل اور کمال کا چرچا تھا اور یقیناً ان کا نام اسی وقعت و احترام سے لیا جاتا تھا۔ علمی مجالس اور علمائے وطن، ان کے کارناموں اور تصانیف سے بخوبی واقف ہوں گے۔ لکھتے ہیں :

> ایں کلام حلاوت التیام، یکے از تصنیفات اینقات، سلالۃ الکرام مولی المقام، الفاضل الجلیل ..... الخ — اس قسم کے القاب و آداب، کسی معمولی شخصیت کے متعلق نہیں لکھے جا سکتے۔ لیکن اس وقت سلالۂ امروہہ نے اپنی زمیں داریوں کے سبب علمی مشاغل ترک کر دیے تھے چنانچہ ہم وطنوں کی نا قدر شناسیوں نے رفتہ رفتہ ایسی تمام اہم اور ناقابلِ فراموش شخصیتوں کو فراموش کر دیا جو آج ہماری تاریخ

کے صفحات پر جگمگا رہی ہوتیں، ان کا ذکر سابق میں تفصیل سے کر دیا گیا ہے۔

اسمٰعیل بھی دکن چلے گئے اور خصوصاً اہالیانِ وطن سے بُعد کے سبب گمنام ہو کر رہ گئے۔

متذکرہ بالا عبارت میں (یکے از تصنیفات انیقات) سے اندازہ ہوتا ہے کہ اسمٰعیل کی تصانیف، ان کی وفات سے ڈیڑھ سو سال بعد تک، ہم وطنوں میں روشناس اور معروف تھیں (ورنہ "یکے از تصنیفات" کے لکھنے کا سوال ہی نہیں پیدا ہوتا۔ یہاں سے دو نتیجے برآمد ہوتے ہیں :

(الف) : اسمٰعیل ایک مستقل شاعر اور مصنّف کی حیثیت سے اپنے وطن میں معروف تھے اور ان کی تصنیفات بہت کچھ ہو سکتی ہیں لیکن مفقود ہو گئیں۔ یہ دونوں مثنویات بھی (اتفاق ہی سے) پونے تین سو سال بعد آج معرضِ وجود میں آ رہی ہیں جو مولوی عبدالحق اور نجیب اشرف ندوی کی تحقیق کا نتیجہ کہی جا سکتی ہیں، لیکن ان دونوں حضرات کو اسمٰعیل کے حالات کی تحقیق نہ ہونے کے سبب معروف نہ ہو سکا —— اب یہ کہنا غلط ہے، کہ اسمٰعیل کی محض یہی دو مثنویات ہیں، اندازاً گیارھویں صدی کے نصف دوم کے شعرا کی صف میں "مقدم" حیثیت رکھتے ہیں۔

(ب) وطنی روایات کے مطابق "اسمٰعیل" عالمگیر کے عہد میں دامنِ شاہی سے وابستہ ہو کر دکن چلے گئے، اور کم از کم (عالمگیر کے جلوس ۳۰ سنہ) ۱۰۹۸ھ میں ضرور کسی شاہی منصب پر وطن سے دور تھے جس کا ثبوت موصوف کے شراکت نامے سے

ملتا ہے ۔

ساتھ ہی یہ معلوم ہو سکتا ہے کہ اسمٰعیل کسی ایسے ممتاز عہدے پر فائز تھے‘ جو علم و فضل سے متعلّق تھا، کسی فوجی منصب سے ان کا کوئی تعلق نہ تھا ۔

اسمٰعیل کا اسلوب اور لسانی اہمیت

میر اسمٰعیل خالص شمالی ہند کے شاعر ہیں، البتہ ان کے کلام میں بعض الفاظ ایسے ہیں جن پر دکنی زبان کا شبہ ہو جاتا ہے لیکن درحقیقت وہ سب الفاظ اس وقت شمالی ہند کی بولیوں یا دِلّی کی کھڑی بولی میں شامل تھے۔ ان الفاظ کو دکنی زبان سے تعبیر نہیں کیا جا سکتا بلکہ وہ ہندی یا شمالی ہند کی دیرینہ زبانوں کے الفاظ ہیں جو عہدِ عالمگیر میں دِلّی سے دکن منتقل ہو گئی تھیں لہٰذا یہ کہنا مناسب نہیں کہ اسمٰعیل نے اپنے کلام میں دکنی الفاظ استعمال کیے ہیں۔

اسمٰعیل کی زیرِ نظر دو مثنویاں ہمارے سامنے ہیں اور انھیں کو معیار بنا کر ان کے معاصر یا دکنی شعرا سے کوئی تناسب قائم کیا جا سکتا ہے۔

موجودہ مثنوی محض عقائد پر مبنی ہے اس میں تغزّل کی سی رنگا رنگی تو نہیں مل سکتی، لیکن میر اسمٰعیل کی شاعرانہ اقدار، لب و لہجہ، زبان کی شگفتگی، تفکّر کی خصوصیات اور زبان و بیان کی روانی و اسلوب کا اندازہ ضرور ہو سکتا ہے۔

میر اسمٰعیل کے کلام میں بعض ایسے الفاظ، جو دکن کو شمالی ہند کی قدیم زبانوں یا پنجابی سے منتقل ہوئے ہوں گے، اور ہو سکتا ہے کہ وہ اردو اور دکنی زبان میں مشترک ہو گئے ہوں، حسبِ ذیل ہو سکتے ہیں۔ مثلاً:

آوتا ــــ آتا ـــــــــــ اب تک دِلّی کے گرد و نواح میں مستعمل ہے۔

انگے ـــــ آگے ـــــــــــ اب تک دِلّی کے گرد و نواح میں مستعمل ہے

انت ـــــ شمار ـــــــــــ " " " " "

پھڑو ـــــ پڑھو ـــــــــــ " " " " "

پچھان ـــــ پہچان۔ شناخت ـــــ " " " " "

پوراتا ـــــ پورا کرتا ـــــــــــ "پورگیاہ" اب تک مستعمل ہے

تمن ـــــ تمھارا ـــــــــــ دیہاتوں میں اب بھی مستعمل ہے

ڈھول ـــــ خاک ـــــــــــ ہندی لفظ ہے اور دِلّی میں "خاک ڈھول" عام محاورہ ہے۔

دتیا ـــــ دِیا ـــــ پنجابی لفظ ہے اور دِلّی کے گرد و نواح میں مستعمل ہے۔

دیو ـــــ دیجیے، دیجیو ـــــ " " " " "

راکھ ـــــ رکھ ـــــــــــ " " " " "

ستی۔ستے۔سیں ـــــ سے ـــــ " دِلّی کی کھڑی بولی میں شامل ہے۔

حد ـــــ جب ـــــــــــ " دِلّی میں اب بھی مستعمل ہے۔

کِیتا ـــــ کیا ـــــــــــ " دِلّی کے گرد و نواح میں آج بھی بولا جاتا ہے۔

کِتنے ـــــ کتنے ـــــــــــ " دِلّی اور رُوہیل کھنڈ میں آج تک "ت" مُشدّد کے ساتھ بولا جاتا ہے۔

جدھر ـــــ جس طرف ـــــــــــ ہندی لفظ ہے۔ اب بھی مستعمل ہے

لیو ـــــ لیجیے۔لو ـــــــــــ اب بھی بولا جاتا ہے

نراس ـــــ ناامید ـــــــــــ خالص پنجابی لفظ ہے۔

بہت ــــ ہاتھ ـــــــ ہندی۔ پنجابی۔

اسمٰعیل نے اپنے کلام میں فارسی عربی کے مرکّب الفاظ و محاورات یا ہندی کے کسی عام لفظ سے فارسی یا عربی کے کسی لفظ کو ترکیب دیا ہے، یہ ان کی ذاتی اور بنیادی تخلیق کہا جا سکتا ہے۔ اس لحاظ سے ان کو موجدِ فن اور بنیادی معمار کی قدریں مل جاتی ہیں۔

مثلاً :

اخراج ، پیش خانہ ، جیئے ، جائے (جگہ) ، شاہی ، غفّار ، سرانجام وعظ و نصیحت مخلوق ، خاص و عام ، استوار ، بے شمار خزینے ، شاہان ملک ، سخن ، گنج و مال ، لشکر ، بّر و بحر ، فقر و فاقہ ، فہم و فراست ، خوب تر ، جمال ، خوش خصال ، وحشت ، صحیح ، پائدار ، رضا ، اولاد ، آل ، با امن ، اُمّت ، برکت وغیرہ وغیرہ۔

اس قسم کے الفاظ اور تراکیبِ اسمٰعیل سے پہلے اردو میں مفقود ہی نظر آتی ہیں۔

فارسی الفاظ اور مرکّبات سے کلام کی سادگی میں کوئی فرق نہیں آتا۔

کہتے ہیں کہ :

" ششش ماہ، اس جائے سنیں سے ہے راہ "

فارسی مفرد الفاظ کے استعمال کے علاوہ عربی الفاظ کو ہندی سے مرکّب کر کے مفرد لفظ بنا لیا ہے۔ یہ اسلوب اسمٰعیل کے یہاں بھی ہے اور ان دکنی شعراء میں بھی بعض جگہ ملتا ہے۔

بعض اوقات مصرع کے درمیان میں بھی فارسی الفاظ استعمال کیے ہیں۔ مثلاً :

شعر نمبر ۱۸ میں ہے ؎ نہ ویسا کوئی بھل ہوئے ور جہاں
چہل روز لذّت رہے در وہاں

یہ عمل اس عہد میں مروّجہ فارسی زبان کے تحت درست اور جائز سمجھا جا سکتا ہے۔

یا، شعر نمبر ۸۴ کا مصرع : سبز ہو کے انار پھل لائیا

اس مصرع میں "لائیا" استعمال کیا ہے جو خالص پوربی ہندی کا لفظ ہے۔

یا شعر نمبر ۸۷ کا مصرع : کیسے محمد نو ماہ پورا بھیا

"بھیا" پوربی زبان کا لفظ ہے۔

"پڑھ" کو ہر جگہ مخطوطے میں "پڑ" لکھا گیا ہے۔ مثلاً :

"دل وجان سنیں پوجو کلماں سو پڑ"

یہ غالباً پنجابی تلفّظ کے تحت نظم کیا گیا ہے، یا ہو سکتا ہے کہ کتابت کی غلطی کا نتیجہ ہو۔

شعر نمبر ۱۲۷ میں "جوئے" فارسی مصدر "جستن" کا صیغہ امر استعمال کیا ہے۔

بعض الفاظ دِلّی کی بولی کے مطابق مشدّد نظم کیے ہیں۔

جیسے : "برکّت"۔

اسی طرح بعض الفاظ کے جو حروف آج کل مسکون رائج ہیں لیکن دِلّی کے گرد و نواح میں متحرّک ہیں، وہ سب متحرّک ہی نظم کیے ہیں۔

جیسے : تَخْتْ ـــــــ تَخَتْ

مُلْکْ ـــــــ مُلَکْ

دَہْاں ـــــــ دُھَاں

خَلْقْ ـــــــ خَلَقْ

عُمْرْ ـــــــ عُمَرْ

؎۱ یہ لفظ دکنی بولی میں "دیکھنا، ڈھونڈنا اور معلوم کرنا" کے معانی میں مستعمل ہے۔ (رسالہ اردو کراچی)

کلام میں پنجابی بولی کو بھی بہت کچھ دخل ہے۔ وہ الفاظ جو آجکل دِلّی میں متروک ہو چکے ہیں اسمٰعیل کے یہاں ان کی بہتات ہے لیکن وہ سب اُس عہد میں پنجاب، دِلّی اور دکن میں یکساں طور پر بولے جاتے تھے۔ جیسے :

بھار	بمعنی	بوجھ
اپ	"	آپس
ایہہ	"	یہ
بری	"	بڑی
سنن	"	سننا
بھان	"	بزرگ
گل	"	بات
پہرایا	"	پہنایا
ہت	"	ہاتھ
ترنت۔ترنت	"	جلدی
تھے۔تے	"	سے
انو	"	ان کے

یہ سب الفاظ دکنی اور پنجابی دونوں میں شامل ہیں۔

اس عہد میں ضمائر کا استعمال، متعدّی و لازم کا فرق، جمع کا طریقہ اور افعال کی ساخت تقریباً یکساں ہی تھیں۔

البتہ بعض جگہ دکنی الفاظ کی آمیزش ملتی ہے۔ مثلاً :

انگ کی جگہ آنگ [۱]، دکن کی مخصوص بولی ہے۔

"یا کاچ میں" "چ" دکنی اور گجراتی زبانوں کی خصوصیت ہے اور "ہی" کے معنوں میں آتا ہے۔ نیز فعل، ضمیر، اسم اور صفت سب کے ساتھ استعمال ہوتا ہے [۲]۔

موں، منے، منیں بمعنی "میں" [۳]۔

ہمن : ہمارا ، اتھا : تھا، اتھے : تھے ، ہتا : آتنا ، یہ الفاظ پنجابی میں آجکل بھی بولے جاتے ہیں۔

ڈھونڈیا، پائیا ، جائیا، آئیا، کھائیا، توڑیا وغیرہ دکنی زبان میں فعل ماضی مطلق، واحد غائب کی صورت ہے [۴]۔

دنی بمعنی دنیا، مشترک مستعمل ہوتا ہے۔

اتیال بمعنی اب، یکس بمعنی ایک، یکس کا یکس بمعنی ایک کا ایک یا ایک دوسرے کا۔ یہ دکن کے مخصوص الفاظ ہیں [۵]۔

کاڑنا بمعنی نکالنا ــ ہندی لفظ ہے مگر دکن میں بھی مستعمل ہے۔

ایک خاص اسلوب و انداز اور بھی نظر آیا اور وہ فارسی شعرا کی تاسّی کی گئی ہے۔

---

[۱] ماخوذ از رسالہ "اردو" کراچی (مولوی عبدالحق مرحوم)

[۲] " " " " " "

[۳] " " " " " "

[۴] " " " " " "

[۵] " " " " " "

مثلاً : مصرع : کیا عقد ان کی دختر کا پڑھا
اس میں "کیا اور پڑھا" ہم معنی ہیں، لیکن جائز تسلیم کیے جاتے تھے۔
درمحل میں - درمحل بیچ - در اندرون
یا شعر نمبر ۱۳ میں ' مصرع : نہ ڈرتے کس سے خدا غیر باج
باج پنجابی کا لفظ ہے' بمعنی سوائے اور غیر۔ لیکن یہاں غیر کا لفظ بھی موجود ہے۔
سعدی کہتے ہیں : بدریا درمنافع بے شمار است
اس میں "بہ اور در" دونوں "میں" کے معنی میں مستعمل ہیں۔
یا کسی نامعلوم شاعر کا مصرع ہے :
در اندرون سینۂ ذرّات آب و گل
اس میں دَر اور اندرون دونوں الفاظ ہم معنی ہیں۔
اس کے علاوہ فارسی' عربی الفاظ کے مرکبات بھی بڑی خوبی سے نظم کیے ہیں۔
بعض ترکیبوں سے اندازہ ہوتا ہے کہ یہ کوئی آزمودہ کار اہل زبان شاعر ہے۔
مثلاً ایک جگہ کہتے ہیں : روشن مکھا اوپر نور ہے صبح دم
"صبح دَم کی ترکیب خالص فارسی سے لی گئی ہے اور غالباً انھیں سے پہلے کسی نے استعمال نہیں کی۔
فارسی' عربی اور ہندی کے مخلوط الفاظ استعمال کیے ہیں لیکن شستگی اور روانی میں فرق نہیں آتا ہے ہر اک آرزو کی پورا تا ہے اُس
کبیراں' صغیراں' فقیراں' نِراسں
نِراس

یہ بدقسمتی ہے کہ اسمٰعیل کی جو مثنوی پیشِ نظر ہے اس کا مخطوطہ بھی نہایت خراب خط میں ہے جس کے سبب سے بعض اشعار کا لطف مفقود ہو گیا ہے۔

اسمٰعیل کے اسلوب و فکر کے مطابق فارسی عربی کے مخلوط مرکبات جو اس وقت کھڑی بولی میں شامل تھے یا شمالی ہند میں بولے جاتے تھے، وہ سب ہمارے لیے ایک مثالی ثبوت بن سکتے ہیں۔ ساتھ ہی ان کے کلام سے اس عہد کی قدریں بھی اجاگر ہو سکیں گی۔ ساتھ ہی دکن سے حکومت کی مراجعت کے بعد دِلّی کے اُدَبا و شعرا کی زبان و اسلوب کا تعیّن بھی ہو سکتا ہے۔

اسمٰعیل کی موجودہ مثنوی ہمارے لیے بنیادی میزان اور کسوٹی قرار پا سکتی ہے، ان کے کلام سے دکن کے اسلوب و زبان کا شمالی ہند کے مقابلے میں توازن قائم ہو سکتا ہے۔ گویا کہ اسمٰعیل ہی کے کلام کو دکن اور دِلّی کے عہدِ قدیم کے ادب او فکر و شعور کی کسوٹی بنایا جا سکتا ہے۔

"کربل کتھا" — جو چند سال قبل ہی دِلّی سے شائع ہوئی ہے وہ اسمٰعیل سے ۵۰ سال بعد کی تخلیق ہے اور وہ بھی زیادہ تر ترجمہ پر مبنی ہے، اور اگر کتاب کو ترجمہ نہ کہہ جائے تو بھی ماخوذات میں ضرور شامل کیا جا سکتا ہے۔ اس بیان سے "کربل کتھا" کی منازل و اقدار میں کوئی کمی نہیں پیدا ہوتی۔ پھر بھی یہ مقصود ضرور ہے کہ فنی کا ادب دکن کی زبان سے بہت قریب ہے، اور اسمٰعیل کے یہاں دِلّی ہی کی مخصوص زبان ملتی ہے۔

زیرِ نظر مثنوی کے بعض منتخب اشعار نقل کیے جاتے ہیں جن کے پڑھنے سے اسمٰعیل کی قدریں بہ حیثیت زبان و اسلوب متعیّن ہو جائیں گی۔

کہتے ہیں :

الٰہی تو داتا ہے ہر کاج کا — سرانجام دیتا ہے محتاج کا

ابو بکرؓ صاحب، عمرؓ خاص نام — وعثمانؓ علی یار روحی تمام

اگر میری طاعت کریں وے قبول — بھلا ہے وگرنہ وہ ہوں گے ملول

بولا یا محمدؐ ! خدا نے سلام — کہا ہے تمن سا تھو بولوں کلام

محمدؐ مرا نام ہے گا رسول — قسم ہے خدا کی کرو تم قبول

اسی کی جو دہشت مجھے ہتی بڑی — نہ سکھ سیج سویا نہ کھایا کبھی

محمدؐ نبی کو جو پیدا کیا — سبھی خلق کو ان پہ شیدا کیا

یو تیری دعا حق کرے گا قبول — کہ دن حشر کے مجھ نہ کرنا ملول

سخاوت کرو اور کلمہ پڑھو — اسی کے سبب تیار جنّت کرو

پڑھو کلمہ سب مل نبیؐ کے جو نام
زبرکت محمدؐ علیہ السلام

جیسا کہ عرض کیا گیا کہ اسمٰعیل کی یہ نظم محض اسلامی عقائد پہ مبنی ہے۔ کہیں تصوف کی جھلک بھی پائی جاتی ہے جو اسمٰعیل کے عہد میں ہر طرف جاری وساری تھا۔ جبر و اختیار، منازلِ معرفت اور حقائقِ فطرت کو بھی اپنے عہد کے مطابق بیان کیا ہے۔

تصوف میں "قادری" سلسلے سے منسلک معلوم ہوتے ہیں۔

کہتے ہیں ؎

پنجتن اولیا ہیں اور غوث پیر
زبرکت سبیں ان کی تو کرنا کبیر

عقائد کی پختگی، ایمان بالغیب، رسول کی شفاعت، اصحاب و اولیا سے خلوص و مودت کا جا بجا اظہار موجود ہے، پھر بھی محض اسی مثنوی سے کوئی کلیہ قائم نہیں کیا جا سکتا کہ موصوف کا کلام مزید تھا بھی کہ نہیں اور اگر تھا تو کیا غزل، قصائد اور نظمیں بھی کہی ہیں یا نہیں؟ لیکن یہ امر ضرور واضح ہو جاتا ہے کہ گیارھویں صدی ہجری کی جس دکنی شاعری کو اردو ادب و شاعری کی بنیاد سمجھا جاتا ہے یا اردو زبان سے منسوب کیا جاتا ہے، اس نظریے میں اعتراض کی گنجائش نکل آتی ہے کہ اس اوّلین عہد میں بھی شمالی ہند اور دکن کی زبان و اسلوب میں بیّن تفاوت تھا۔ شمالی ہند کے شاعر یا ادیب نے دکنی شاعری یا زبان و ادب کو سرچشمہ نہیں بنایا، بلکہ دکنی شعرا شمالی ہند کی شاعری اور زبان و ادب سے متاثر ہوئے ہیں۔

اسمٰعیل کی پہلی مثنوی "وفات نامہ بی بی" مولوی عبدالحق مرحوم نے اگرچہ ۱۹۵۱ء میں تحقیق کر کے شائع کر دی تھی لیکن وہ نامکمل بھی تھی اور ناقابلِ فہم بھی۔ ظاہر ہے کہ ایسے کلام کو معیار بنانا قرینِ قیاس نہیں ہو سکتا۔ اس مثنوی کے مطالعے کے درمیان قدم قدم پر ٹھوکریں کھانا پڑتی ہیں جس سے ذہن و دماغ میں خاصی الجھن پیدا ہو جاتی ہے۔

اس کے علاوہ "موصوف" کو اسمٰعیل کے حالات و سوانح، عہد، عصر، خاندان اور اخلاف و اسلاف کی لاعلمی نیز مخطوطے کی خرابی کے سبب مزید تحقیق کی راہیں نہ مل سکیں،

جس کی وجہ سے اس اہم ترین اور بنیادی شاعر کے لیے کچھ نہ لکھا۔ پھر بھی یہ تسلیم کیا ہے، کہ اسمٰعیل کی مثنوی ــ "اردو کی قدیم ترین مثنوی" ــ ہے۔ اس سے زیادہ تعیّنِ اقدار کیا ہو سکتا تھا۔

"اس کے بعد بھی" ــ

ان تمام مباحث سے یہ مقصد ہرگز نہیں کہ میرے تصورات کسی تتمّے کی حیثیت کے حامل ہیں، لیکن اب تک "اردو ادب" کی جتنی تاریخیں مرتّب ہوئیں، ان میں "اسمٰعیل" کی شخصیت کا شمول ناگزیر سا ہو گیا ہے، اور اسمٰعیل ہی کی ایک ایسی منفرد ذات ملتی ہے، جو شمالی ہند کے اوّلیں شعرا کے رشتوں کو باہم دگر منسلک کر کے ایک ــــ "مشترک عصرِ قدیم" کی بنیادوں کی معمار اور خالق کہی جا سکتی ہے اور اسی کا سہرا "میر اسمٰعیل" کے سر پہ جگمگا رہا ہے۔

نائب حسین نقوی

آغازِ مثنوی

وفات نامۂ بی بی [فاطمہ]

تصنیف: ۱۱۰۵ھ، ۱۶۹۳ء

تعداد اشعار ـــــ ۲۱۹

*

بنیادی نسخہ (الف) :

حیدر حسین یکتا۔ محررہ ۱۲۸۴ھ مطابق ۱۸۶۷ء

نقل کردہ :

از مخطوطہ کامل جان مصحح مصنف در ۱۱۰۶ھ مطابق ۱۶۹۴ء

تعداد اشعار ——— ۳۱۹

مطابقت نسخہ ب :

مجلہ سہ ماہی "اردو" کراچی ۱۹۵۱ء، از مولوی عبدالحق مرحوم

طبع شدہ اشعار ——— ۳۱۸

شعر نمبر ۵۳ ——— مکرر

صحیح تعداد اشعار ——— ۳۱۷

اگر نسخہ "ب" کے گیارہ زائد اشعار نسخہ "الف" میں شامل کر لیے جائیں تو یہ مثنوی ۳۳۰ اشعار پر مشتمل ہے۔

اقتباسات

(از مقالہ مولوی عبدالحق مرحوم)

<u>نوٹ :</u>

زیرِ نظر مثنوی کے متعلق بابائے اردو مولوی عبدالحق کا ایک مقالہ سہ ماہی رسالہ "اردو" کراچی، شمارہ اپریل ۱۹۵۱ء میں شائع ہوا تھا، جس کے اہم اور ضروری حصّے یہاں پیش کیے جاتے ہیں۔ مثنوی کے سلسلے میں تفصیلی بحث دیباچے میں کی جا چکی ہے ! (مرتّب)

- شمالی ہند میں اس وقت تک جو پرانی اردو کتابیں دستیاب ہوئیں۔ ان میں سب سے پرانی کتاب جو مجھے ملی ہے وہ "وفات نامۂ حضرت فاطمہ" ہے۔ اس کے مصنف کوئی اسمٰعیل ہیں، جو امروہہ کے رہنے والے ہیں۔
- (مثنوی میں) علی الترتیب حمد۔ نعت، منقبت، پھر اصل قصّہ، حضرت فاطمہؓ کی ولادت، عقد اور "آخر میں" وفات ہے۔
- مثنوی کی زبان دکنی سے ملتی جلتی ہے۔

(لیکن اس کے الفاظ) جن کو ہم دکنی سے منسوب کرتے ہیں، دونوں جگہ ایک سے تھے۔ سوائے بعض خاص الفاظ کے جو دکنی یا گجرات میں مخصوص تھے۔

- بول چال کی زبان جنوب وشمال میں ایک سی تھی — تحریر میں بھی وہی آگئی۔
- اس[1] مثنوی سے دِلّی کی گیارھویں اور بارھویں صدی کی زبان کا رنگ ملتا ہے۔
- ان[2] زبانوں کا، دکنی سے مقابلہ کرنے پر کوئی زیادہ فرق نہیں ہے۔ افعال اور ضمائر وغیرہ ایک ہیں۔
- ہندی یا ہندی سے بگڑے ہوئے الفاظ' دونوں کے یہاں ایک سے ملتے ہیں۔
- محمد تغلق کے عہد میں جو زبان دکن پہنچی، وہ سب دِلّی اور اس کے قرب وجوار میں بولی جاتی تھی، البتہ لہجے اور تلفظ میں ضرور فرق آگیا، نیز بعض الفاظ گجراتی اور دکنی کے بھی شامل ہوگئے۔

٭

---

۱ گویا کہ یہ مثنوی بہ اعتبار زبان معیاری کہی جا سکتی ہے (مرتّب)

۲ پیشِ نظر دونوں مثنویوں میں بیشتر دِلّی کی کھڑی بولی کے الفاظ ملتے ہیں، جو آج بھی دِلّی، نواحِ دِلّی اور پنجابی میں مستعمل ہیں۔

نوٹ: زیرِ نظر یادداشت ناقلِ مثنوی "حیدر حسین یکتا" نے اپنے مخطوطے میں لکھی ہے!

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد للہ[1] رب العالمین و الصلوٰۃ والسلام علیٰ نبیہ ختم المرسلین وآلہ واصحابہ اجمعین
اما بعد ایں کلام حلاوت التیام یکے از تصنیفات انیقات سلالۃ الکرام
مولی المقام الفاضل الجلیل سید اسمٰعیل[2] الامروہوی بن سید ابراہیم بن سید ابوالفضل
بن سید محمد میر عدل بن سید منتجب ثانی بن سید بڈھے بن سید چاند بن سید منتجب اوّل
بن سید راجے بن سید عبدالعزیز بن سید شاہ شرف الدین بن سید علی بزرگ بن سید مرتضیٰ
بن سید ابوالمعالی بن سید ابوالفضل بن سید داؤد بن سید حسین بن سید علی بن سید ہارون
بن سید جعفر ثانی بن حضرت امام علی نقیؑ المتوفی[3] سنہ ۱۱۲۳ ہجری النبوی است کہ مصنف
مبرور صاحب الکرامات' ایں اشعار ذہبیات' قاطع المقطعات را در سنہ ۱۱۰۵ھ
انشاء کردہ کہ کسے قبل ایشاں در زبان ہندی ایں طور نہ گفتہ بود۔ الآن تاریخ
نوزدہم[۱۹] رجب المرجب سنہ ۱۲۸۴ھ [سنہ ۱۸۶۷ء] از نسخہ کہ نوشتۂ کامل جان و
مرحوم و مصححہ مصنف در سنہ ۱۱۰۶ھ و مال اخی سید قربان حسین است نقل نمودہ شد۔
حررہٗ بندہ خدائے بے ہمتا، حیدر حسین یکتا

❖

---

1. حمد و نعت
2. حسب و نسب مصنفِ مثنوی
3. مصنفِ مثنوی کا سن وفات سنہ ۱۱۲۳ھ

پہلی[٤] مثنوی

وفات نامۂ بی بی [فاطمہ[٥]]

۱۔ الٰہی! توں صاحب ہے سنسار کا | ہمن کوں ہے امید دیدار کا
۲۔ ترا نام ہر دم کوئی لیوتا | ٹھکانا جنت بیچ[٦] اوس دیوتا
۳۔ جو چاہے کرے توں جو سمرت دھنی | بندے ہم جو عاجز، توں[٧] قادر غنی
۴۔ کری پیدا خلقت نتے تھار تھار | کتی شے جو غائب، کیے آشکار

---

٤ مولوی عبدالحق نے زیر نظر مثنوی کا عنوان "شمالی ہند کی قدیم ترین مثنوی" قائم کیا ہے، لیکن۔ پنجاب کی بعض مثنویاں متحقق ہونے کے بعد اس مثنوی کو، بنیادی مثنوی نہیں کہا جا سکتا، جیسا کہ دیباچے میں پیش کیا جا چکا ہے۔

٥ مثنوی کے شعر ۲۹۳ میں پیش نظر مثنوی کا نام محض "وفات نامۂ بی بی" نظم ہے باقی اضافہ ہے۔

٦ بیچ (نسخۂ ب) اصل۔ بیچہ ٧ تو (نسخۂ ب)

نوٹ: متن مثنوی کے بعض الفاظ یا مصرعوں کے نیچے لائن کھینچ کر اصل مخطوطے کا "نسخۂ حاشیہ" (ح) لکھ کر نقل کر دیا گیا ہے۔ بعض جگہ (ح) نہیں لکھا گیا لہٰذا وہ بھی نسخۂ حاشیہ اصل مخطوطہ "ہی متصور ...

٥۔ مارے[8] توں، جلاوے بھی، اختیار ہے — ترے کام کرنے نہ کچھ بار ہے
ح (توں مارے)

٦۔ تو صاحب دیاونت ھر ھر کسی — رزق دیوے موافق قدر ھر کسی

٧۔ اَبر چھایا اوپر تلے دھر تری — پیدائش کریں ان اوپر بھوتری[9]

٨۔ ملائک، دگر حوراں، جنّ و بشر — عرش ھور کرسی[10] بھی تارے، قمر

٩۔ ترے حکم پر سارے ہیں گے فدا — جو کچھ تیں کہا، مانیا سب سدا

١٠۔ توھیں حول و قوّت، توھیں ذوالجلال — کہ شیطاں ملاعوں[11] سیں رکھنا سنبھال

١١۔ کہ بدنفس[12] لاگا ھے انساں دینال — اسی سے چھڑا راکھنا، ذوالجلال

١٢۔ ھمن عاجزن[13] کا توھیں[14] دستگیر — ترے دَر اوپر شاہ ھئیں[15] گے فقیر
ح (توں ہی)

١٣۔ گناہاں میں بھریا ھوں میں بیشمار — طفیلِ محمّد بخش کردگار

١٤۔ کہوں نعت اب میں محمدؐ رسول — دو عالم صدق دل سیں کیجیو قبول (نعت سرورِ کائنات)

---

٨ کذا — ٩ بہتری (نسخۂ ب)
١٠ کورسی — ١١ بلاعوں (نسخۂ ب) "ملعون" کا بگڑا ہوا
١٢ کہ شیطان لاگا ہے (نسخۂ ب) — ١٣ عاجزوں (ن ب)
١٤ تو ہے
١٥ ہیں گے (ن ب)

۱۵- محمد نبی ہیں گے ڈرِ یتیم — ازل سے ابد تک ہوے مستقیم
۱۶- سبوں پہ جو سردار ھیں، مصطفیٰ — شفیع دن قیامت کے ہیں مجتبیٰ
۱۷- ہمارے بخت[۱۶] کیا ھیں روشن سدا — نبی اد میاں بیچ کیتا خدا
۱۸- نبی کی صفت بہوت ھے، بے شمار — سکت کیا دھروں، وتنے بولوں[۱۷] بچار
۱۹- پڑھیا[۱۸] نعت جومیں کہیا دل کہ زُود — نبی آل اوپر پاک بولوں درود
۲۰- وتی بیچہ دھج ہیں کریم ہور سخی — سفینہ انوں کو کتا ہے نبی

۲۱- سلام اب کہوں پاک اصحابؓ پے — علم اور حکمت کے بھی باب پے

---

[۱۶] "کو" محذوف ہے (بخت کو کیے ہیں)
[۱۷] نسخہ ب میں "بولوں" میں "ب" کا نقطہ لام کے نیچے چھپا ہے۔
[۱۸] نسخہ "ب" میں مندرجہ اشعار ۱۹، ۲۰، ۲۱، ۲۲ شامل نہیں ہیں۔ ان کے بجائے
حسب ذیل دو اشعار شامل ہیں شعر ۱۹ چهار یار ہیں پاک روشن جہان
ابو بکرؓ دوجے عمرؓ ہیں پچھان
شعر ۲۰ (نسخہ ب) : تیجے عثمان ھیں گے علی مرتضیٰ
دونوں یو جو داماد ھیں مصطفیٰ

۲۲۔ علیؑ کی کفو ھیں بی بی فاطمہ　　　اونوں سے بجھیا[19] نار جو حاطمہ

۲۳۔ بی بی کے[20] تولّد کی بولوں خبر　　　اگر دانا ھیگا توسن کان دھر دتو

۲۴۔ روایت یو در واعظے بیچ جاں　　　خدیجہ حمل سیں ھوسے جو عیاں

۲۵۔ خدیجہ کو کیتا[21] نبی نے تبھی　　　کہ جبریل نے خبر دی مجھ[22] ابھی

۲۶۔ حمل سیں خدیجہ جو ہیں گی مگر　　　ھوسے[23] پیدا دختر بہوت خوب تر

۲۷۔ ھوسے پیدا جب وقت دنیا بھیتر　　　دکھو فاطمہ نام تم زود تر

۲۸۔ شکم بی بی ھوسے[24] ماہ چار　　　سخن بولے ما ساتھ یک دن بچار

۲۹۔ کہ مادر[25] تمن کوں قیامت بھتر　　　چھوٹے نیں[26] عذاب ہور نارِ سقر

۳۰۔ نبی سن جو آواز ہنس کر بولے　　　یہ[27] آواز کس کی ہے جو ز وہوے

---

[19] بجھی ہے

[20] نسخۂ ب میں اس شعر سے پہلے عنوان ہے "تولد نامۂ بی بی فاطمہ"

[21] کہیا ۔ کہا　　[22] اصل ۔ مج

[23] ہوگی　　[24] ہوئی (نسخۂ ب)

[25] دنی بیچ ماتوں قیامت بہتر ۔ جھومک نیں عذاب ..... (نسخۂ ب)
دوسرے مصرع کا پہلا لفظ "جھومک" چھپا ہے، جو غلط ہے ۔ چھوٹے درست ہے۔

[26] نیں بمعنی نہیں　　[27] یو (ن ب)

۳۱- خدیجہ بولی یو جو فرزند ھے تمہارا[۲۸] شکم بیچ بولا اچھے

۳۲- نبی بات یو[۲۹] سن جو خاموش ہوے کہ شکرانا حق کا تبھی جو کیے

۳۳- ھوے ھیں جو ایکتا منے حمل سیں خدیجہ فکر دل میں کی زود سیں

۳۴- قریشیاں[۳۰] کی عورتاں کو کہہ بھیجیا تمن[۳۱] گھر منے آیو میرے ، بوا

۳۵- حمل جو درد تی اذیّت[۳۲] سہوں وقت جننے کا آیا، تم ہیں کہوں

۳۶- سبھی عورتاں بولے سن یو تبھی نہ گھر تیرے ہم آویں گے اب کبھی

۳۷- یو کہہ[۳۳] سب، خدیجہ ترا پی فقیر فقیر کون جو گھر آوتا ھے، حقیر

۳۸- ھمن بھک* سیں اطفال جاں کھو یو کیا محمدؐ کے بھوکوں مرے سو یو کیا

۳۹- ھمن کوں جو آوے بچّہ سیں شرم کبھی گھر نہ تیرے پے آویں گے ھم

۴۰- خدیجہ سخن یو انوں[۳۴] سوں سنا ہوئی بہوت دلگیر دل میں کہیا[۳۵]

---

[۲۸] پیٹ میں خوب باتیں کرتا ہے۔

[۲۹] نبی بات سن یو (ن ب) [۳۰] قرشیوں (ن ب)

[۳۱] او گھر میرے محمد کہہ نامیا

[۳۲] اگر بیٹھے گھر میرے ...... ہوں (ن ب) مصرع اتنا ہی چھپا ہے۔

[۳۳] (ن ب) مصرع کا پہلا لفظ یوں چھپا ہے ۔ خدیجہ کہہ ...... * بھوک

[۳۴] (ن ب) انو [۳۵] (ن ب) کہنا

۴۱- الٰہی[۳۶] ! توھیں غیب سیں المدد — سبھن کی مصیبت کیتا زود رد

۴۲- فکر بچہ[۳۷] بیٹھی تھی سر ڈال کر — آئی چار زن نظر اس وقت پر

۴۳- خدیجہ بی[۳۸] دیکھ ترس کھائے کر — اٹھے بول کر کون ہو تم مگر

۴۴- بولے وے خدیجہ نہ ڈریو تمن — قبیلا فرشتوں کی موں ھیں ھمن

۴۵- خدیجہ یہاں ہیں تمن سات کی — ساراں دوجے بیٹی بو عمراں کی

۴۶- تیجے[۳۹] ماں موسٰی کی مقرر اچھے — آسیہ زن جو فرعون چوتھی جو ھے

۴۷- حکم حق ہویا یہی جنت سہی* — رفاقت خدیجہ کرو جا ابھی

۴۸- یکے ہات سید[۴۰]ے خدیجہ بیٹھی — دوجے ہات چپ ھو بیٹھی آکر جدھی

۴۹- تیجی اگے آکر جو بیٹھی خوش[۴۱] حال — چوتھی پیچھے جاکر جو بیٹھی سنبھال[۴۲]

۵۰- سحر کوں اذاں کے وقت کے اوپر — تولد ہوئی نیک ساعت بھتر

۵۱- کیتا موہنہ (منہہ) سوئے کعبہ خوش ھوے کر — کہا بابا کا کلمہ لب[۴۳] کھول کر

---

۳۶ (ن ب) یہ شعر شامل نہیں۔

۳۷ بیچ (ن ب) ۳۸ (ن ب) نبی ۳۹ (ن ب) تیجے موسٰی کے کبھی..... ہے

۴۰ سید (ن ب) ۴۱ بیٹھی (ن ب) ۴۲ سنبھال یعنی سنبھل (ن ب)

۴۳ (ن ب) دل * "مخفف" سے ہے۔

۵۲ ابر چھا گئے نور کے جو بہوت[۴۴] — کچاکچ بھریا[۴۵] نورسیں تھا نزوت
۵۳ سارے کوہ دریا جنگل روشنی — کیسے ہوے اوسں وقت کے منی
۵۴ شرق ہور غرب ہور جنوب وشمال[۴۶] — ہوے نورسیں جلگے سب اوس جو تھاں
۵۵ کہ جھلکار[ا] اوس نور کا جو بہوت — گیا سات آسمان کے جو تروت[۴۷]
۵۶ اوسی وقت بھیجیا[۴۸] خدا پاک نے — بہشتاں[۴۹] تے حوراں ایجال منے
۵۷ ہریک[۵۰] ہات طشتی صراحی جو تھی — خدیجہ کے[۵۱] دی پاس بیٹھی تبھی
۵۸ لے کر فاطمہ کوں انوں پاس[۵۲] تی — دھویا رنگ سارا اسی آب[۵۳] تی
۵۹ وھی آب ابریق موں تھا تمام — کہ تھا اب کوثر اسی کاچ نام
۶۰ غسل دے اسے آب فارغ ہو کر — پہرایا پیراہن سفید تن اوپر
ہوئے کر

---

۴۴ (ن ب) بھوت (بہت) ۴۵ بھرا (ن ب) شعر ۵۳ کذا
۴۶ شال ـ لیکن شمال درست ہے ـ غلطی کتابت یا نقل ـ (ن ب)
۴۷ (ن ب) تبروت ـ لیکن تبروت کوئی لفظ نہیں ـ "تزوت" درست ہے ـ
۴۸ (ن ب) بھیجی ۴۹ بھیجی اس حوراں ایجال منے (ن ب)
۵۰ (ن ب) مرکیب ـ ہرایک ہی درست ہے ۵۱ کی
۵۲ (ن ب) تھے ـ لیکن "تی" بمعنی "سے" درست ہے ـ ۵۳ (ن ب)

٦١ کہ کپڑے بہشتی وھی جو اتھے ‏ ‏ کتے بویاں او[54] سیچے آوتے اتھے[55]

٦٢ کہ مقنعہ یکے سر اوپر ڈالیا ‏ ‏ کہ انبر[56] خوش بوے موں وہ کیا

٦٣ کہ پہراۓ کپڑے بی کوں سبھی ‏ ‏ خدیجہ کے لیے گود[57] میں سو پئی

٦٤ خدیجہ[58] کوں مل سب کہا جو اتھے ‏ ‏ رکھو بی بی کوں تم اچھی روش ہے

٦٥ ایسی[59] روشنی حق نے کس کوں دیا ‏ ‏ برابر دجی زن نہ ان کے کیا

٦٦ خدیجہ[60] بی تے ملیا جد نظر ‏ ‏ ہوئی[61] بہت خوش وقت اوس وقت پر

٦٧ نبی سن ہو آۓ [ع] تبھی گھر منے ‏ ‏ بی بی کوں اٹھا لیتا ہاتھوں منے

٦٨ دھرا نام اون کا ببی[62] فاطمہ ‏ ‏ طفیلی انھوں[63] کے ہمہ اور شما

---

[54] (ن ب) او سیچے

[55] جو کپڑے جناب فاطمہ کو پہنائے گئے تھے ان میں سے قسم قسم کی خوشبوئیں آرہی تھیں۔ [56] عنبر (غلطی کتابت)، [57] (ن ب) گور۔ لیکن گود درست ہے۔

[58] (ن ب) خدیجہ کوں سب مل کہا جو تھے [59] (ن ب) اسے

[60] (ن ب، خدیجہ بی بی تے کوں کبھی جد نظر۔ مہمل [61] (ن ب) ھو جھوت

[62] (ن ب) بی بی

[63] انو کے (ن ب)

۶۹ انجھے[۶۴] بست تاریخ آخر جماد — تولد دوشنبہ کی شب راکھہ یاد

نکاح[۶۵] حضرت بی بی فاطمہؓ

۷۰ اے[۶۶] دل! اب دکھاؤں بی بی کی برات — فضل ادن کے سیں ہو مومن کی نجات

۷۱ دیکھ[۶۷] اب بی بی جو دیکھو توں تمام — جو[۶۸] کچھ دیا اون کو رسولؐ انام

۷۲ جو چادر انجھے دوستن[۶۹] کی لیوے — بازو بند نقرئی باندھے کھرے

---

[۶۴] (ن ب) تسلسلِ اشعار کے تحت یہ شعر نسخے میں شامل نہیں۔ نسخہ ب میں صرف اتنا چھپا ہے [اے............ — فضل ان کی ..... مومن....]
یہ شعر موجودہ مخطوطے کا شعر نمبر ۷۰ ہے، جو عنوان "نکاح حضرت بی بی فاطمہ" کے بعد آتا ہے۔ مخطوطہ ب میں شعر نمبر ۶۸ دھرا انام..... کے بعد — انجھے بیت.... الخ
شعر نمبر ۶۹ پر درج ہے جو "نسخہ ب" میں مندرجہ بالا شعر نمبر ۷۰ ہے، اور وہ نامکمل ہے۔
گویا کہ نسخۂ ب میں موجودہ مخطوطے کے لحاظ سے حسب ذیل تسلسل ہے۔ شعر ۶۸-۷۰-۶۹-۷۱
لیکن شعر نمبر ۶۹ جو نسخۂ ب میں شعر ۷۰ ہے سے مندرجہ عنوان شروع ہوا ہے۔

[۶۵] (ن ب) یہ عنوان شعر نمبر ۷۰ کے بعد آیا ہے۔

[۶۶] عنوان کے بعد پہلا شعر موجودہ مخطوطے کا دوسرا شعر نمبر ۷۱ ہے۔

[۶۷] (ن ب) عنوان کے بعد ہی یہ شعر ہے [۶۸] کچ - ن الف

[۶۹] (ن ب) ارے — ستن کی بمعنی سوت کی۔

۷۳ قدح دو میں حور چو بیں خوب تر — گھڑے دو مشک ایک پانی سیں بھر (ح۷۰)

۷۴ نہائے اتھی وہ[ح۷۱] عجب خوب تر — بکس لے بھرے رو سے حرما مگر

۷۵ دو جی بجہ حبن اور حریا ج تھا — اسے بھی منائے[ح۷۲] موں بھر یا ج تھا

۷۶ کہ تکیہ دیئے چار اون کو دھیج — بی بی کوں یوں سکھلادیا[ح۷۳] بھیج بھیج

۷۷ دو پشمین تکیہ اتھے وہ عجب — بی بی کوں دھیج اپنا دیتا ج سب

۷۸ روپیہ صد و بست ہفت[ح۷۴] حق کے نبی — مہر بی بی باندھا علی سیں تبھی

۷۹ دھیج بی بی نے دیکھیا[ح۷۵] جد سبھی — کہ دل گیر دل بیچ ہوئی[ح۷۶] بھی

۸۰ بابا کی جو اُمت سبھی دیکھہ کر — رہے ھوں گے غمگی دھیں میل کر

رہی ہو کے غمگیں وہیں میل کر

۸۱ منافق جتنے ہیں گے ھوں گے خوش حال — مرے بیاہ کا دیکھیا ہوگا حال

ح۷۰ (ن ب) دو۔ لیکن وو (وہ) درست ہے۔

ح۷۱ (ن ب) خرماں

ح۷۲ اگرچہ دونوں نسخوں میں " منائے " ہی لکھا ہے لیکن " نہائے " درست ہوسکتا ہے۔

ح۷۳ سکلادیا (املائے قدیم' ن۔ب) — ح۷۴ ہفد (ن۔ب)

ح۷۵ دکیھا (ن ب) — ح۷۶ بیچہ ہوئے۔ اصل

ح۷۷ بیاہ کا املا " بیاج " لکھا ہے۔

٨٢ کہ طوسی سیں جامعِ موں ور کتاب ؟ — علی سے منافق بولا جائے آپ (کذا)

٨٣ مدینے منیں بات یو جو ہوئے — ملامت بی بی کا رنے ان کیے ؟

٨٤ دیکھیا[٧٨] ایک بارات عرش کے اوپر — جدھر دیکھیں اس طرف ہیں گے شتر

٨٥ جنتی[٧٩] بہشتی اٹنیاں جو ہیں گی بنام — زر و جوہراں سے بھری ہیے تمام

٨٦ مُشک ھور عنبر ادنو موں امول — سکت کیا کسی کوں کرے گا جو مول

٨٧ کنیزاں بیٹھی ھر شتر پہ جو حور — خوبی موں بھری تھی قمر جونکہ[٨٠] نور

٨٨ غلاماں ہر یک مہار پکڑے جو تھا — خوبی موں گویا چاند روشن اتھا

٨٩ جو کہتے تھے اوس روش وے شور کر — دیہیج یو نبی کی بیٹی کا ، مگر[٨١]

٩٠ علی دیکھ یو خیال خوش ہو گئے — منافق سیں مکھ اپنا روشن کیے

٩١ تبھی آئے ھاتف نے آواز دی — بی بی کوں بھی سب حال معلوم کی

---

٧٨ دیکھا (ن ب)

٧٩ "بنے" کے اوپر "جہ" بنایا گیا ہے — جنے "ن ب"

٨٠ نگہ (ن ب) اصل۔ نکہ

٨١ مگر د (ن ب) شعر ٩٠ اصل۔ علی دیکھ تو

۹۲ علی دل موں کہیا، کہوں جائے کر — بی بی خوش ھوئے یو سخن[۸۲] سن جو کر[۸۳]

۹۳ علی سیں بی بی بولیں خوش ھوئے کر — حقیقت کہو تم تا[۸۴] بولوں شُکر

۹۴ علی بولے جو کچھ[۸۵] حقیقت سبھی — کہو تم ھمن سات کیسے اچھی

۹۵ منافق نے طعنہ دیا تھا تمن — کہ دلگیر ہوئے ہیں سب جو ھمن

۹۶ دھیج دیکھیا، تم[۸۶] کوں حق جو دیا — سبب اوس جوں[۸۷] دل کو تمن خوش کیا

۹۷ دوجی بات تم شرف جو پا لیا — خدا نے منافق کوں دکھلا دیا

۹۸ اسے کر یقیں دل جو ھم کوں دیا — صاحب دوجہاں حق نے اون[۸۸] کوں کیا

۹۹ یہی سب حقیقت جو دیکھیا ابھی — نبی[۸۹] سیں کہی جائے کر اون[۹۰] سبھی

۱۰۰ نبی سن حقیقتؑ جو خوش ہو گئے — دعا بی بی کوں حق کے[۹۱] درگہ کئے

---

۸۲ یہ بات سن کر

۸۳ اس شعر کے بعد "نسخہ ب" میں حسب ذیل شعر شامل ہے : شعر نمبر ۹۳ (ن ب)

اوتھے بولی بی بی انو سو تبھی — امیر آدُ ...... دیکھے جد بھی

۸۴ یا (ن ب) لیکن "تا" ہی درست ہے ۸۵ (ن الف) کچ

۸۶ تم حق جو .... (ن ب) ۸۷ جو (ن نہیں ہے - ن ب)

۸۸ کوہ (ن ب) لیکن "کوں" درست ہے (مرتب) ۸۹ سے ۹۰ ان (ن ب)

۹۱ درگاہ (ن ب)۔

۱۰۱ کرم خاص بی بی کے حق نے کیا — سبھی عورتاں پر بڑائی دیا (کذا)

۱۰۲ اونوں کی شفاعت سیں امت نبی — جنّت بیچ[92] جا کر رہیں گی سبھی

۱۰۳ تصدق بی بی کے سبب [مصطفٰا] — گناہاں[93] سبھوں کے بَخَش دے خدا!

۱۰۴ جنت دیجے مجھ کوں[94] دھروں ہیں جو آس — تراھوے کر رہیا ہوں گے جو آس[95]

وفات[96] حضرت بی بی فاطمہؓ

۱۰۵ مطالعے کتاباں[97] منی ہیں جو کر — سناتا ہوں سب کوں میں اظہار کر

۱۰۶ نبی موت جو آئے کر پہونچیا، — بی بی فاطمہ غم بہت[98] کھا ئیا

۱۰۷ بی بی روے بولی جو بابا حضور — جدا[99] ہو تمن سیں بڑی ہے جو دور

۱۰۸ مجھے چھوڑ تم کیوں چلے اے پدر! — رہوں کیوں جدا ہوئے اس جائے پر
مجھے

---

۹۲ اصل - بیچہ

۹۳ گنا ہاں سبھوں کے خدا کر عطا (ن ب) مصرع مہمل ہے - (مرتّب)

۹۴ اصل (مجکوں دہرن ہے) ۹۵ تیری آس لے کر - تجھ سے امید وابستہ ہے -

۹۶ وفات حضرت بی بی فاطمہ رضی اللہ عنہا (ن ب) ۹۷ کتابوں (ن ب)

۹۸ اصل - بہوت ۹۹ خدا (ن ب) "جدا" ہی درست ہے

۱۰۹ نبی سن جو بولیا اے فرزند[۱۰۰] سن — سبھوں پہلے مجھ پاس پہو نچو تمن

۱۱۰ ایا[۱۰۱] دن جمعہ بست و ہفتم صفر — پکاریا کوئی در سیں چلاّئے کر

۱۱۱ بی بی بولیہا اس کوں کہ توں کون ھے — بلا، بھوت یا توں کوئی دیو ھے

۱۱۲ حکم حق[۱۰۲] سیں او بولیا بے عدیل — کہ مجھ نام بی بی اچھے عزرئیل

۱۱۳ ہیں ہوں[۱۰۳] سب فرشتاں منیں زور تر — اگر کوہ پکڑوں ڈالوں توڑ کر

۱۱۴ اگر روک لیوں بھوت[۱۰۴] و دیو کوں — وہیں پل بھتر جیو لیوں گیئو کوں

۱۱۵ تاتا[۱۰۵] (نانا) یو آدم بہوت شوخ ھے — مرے آوتے زندہ رہنا تجھے

۱۱۶ تمہارے پدر کا وعدہ آئیا — کرو کوچ خوش ھو او[۱۰۶] بتلائیا

---

۱۰۰ یہاں "فرزند" بیٹی کے معنی میں استعمال ہوا ہے (دکنی اصطلاح)

۱۰۱ نسخۂ ب میں یہ شعر نمبر ۱۱۰ ہے اور اس طرح لکھا ہے :

آیا ماہ شعبان کا خوب تر — سے یہی تاریخ .... جو نگر

۱۰۲ شعر نمبر ۱۱۲ نسخۂ ب میں اس طرح چھپا ہے :

حکم حق کے سیں سب جو بولے پکار — سے کہ اے فاطمہ میں ہوں ... دل ...

۱۰۳ اصل - ہاہوں - تصحیح قیاسی (ن ب) : ساری رحمتوں میں ہوں زور تر

۱۰۴ اصل بہت ۱۰۵ ناما (ن ب) ناما بمعنی نامہ (خط-پیغام درست ہے)

۱۰۶ نسخۂ ب میں "او" نہیں ہے - یعنی وہ

۱۱۷ یہی[107] سن بی روئے کر جو اُٹھیا — پڑھے آیت پاک اِنَّ السّاعۃ
۱۱۸ رضائے[109] ملک موت آیا گھر منیں — سدا ریا (پیڑھی / سدھارا) نبی حکم اللہ سیں
۱۱۹ ہوئی فاطمہ روئے کر غش تبھی — دفن ہور کفن تکر کیتا سبھی
۱۲۰ شب و روز بی بی کہ جاں کھوئیا — پدر کی جدائی منیں روئیا
۱۲۱ ملک موت کا آئیا جو بچار — بی بی بولیا روئے کے زار زار
۱۲۲ نجانو کہاں مجھ کتنے[110] آئے کے — نجانو او کیا مجھ پوچھنے[111] آئے کے
۱۲۳ نجانو کیا احوال ھوئے مرا — نجانو کیسا وقت گزرے مرا
۱۲۴ جو سکرات کا وقت مشکل بہت — ملک موت[112] جد آئے بیٹھے ترت

---

۱۰۷ شعر نمبر ۱۱۹ اِس طرح ہے : ؎ یہی سن جو بی بی اُٹھی روے کر
پڑیں آیت جو دل سوز کر

۱۰۸ موجودہ مخطوطے کے دوسرے مصرع میں آیۂ کریمہ "ان السّاعۃ" کی طرف اشارہ کر دیا گیا ہے لیکن "نسخہ ب" میں شعر نمبر ۱۱۹ کے بعد مکمل آیت لکھی ہے۔
— ایں آیت بخواند : اِنَّ السّاعۃ لاریب.... الخ — قالُوا اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّا اِلَیہِ رَاجِعُون۔ ۱۰۹ اشعار نمبر ۱۱۸، ۱۱۹، ۱۲۰، ۱۲۱ مخطوطہ ب میں شامل نہیں۔

۱۱۰ کون (ن ب) ۱۱۱ مچ (ن ب) لیکن مج درست ہے

۱۱۲ "ملک اموت" چھپا ہے (ن ب)

۱۲۵ مرد کی صورت ہو کر آ بیٹھے[113] مرا جیوے جانے کوں وہ آئے

آپئے

۱۲۶ مرا ستر وے آئے ، دیکھے ستار مرا جیو تن سیں لے[114] جاویں گے بار[115]

۱۲۷ دفن[116] بعد منکر نکیر آئے گے سوال پوچھ کر مجھ کوں پھر جائے گے

آئینگے جاینگے

۱۲۸ وہی گور کے بیچ آئے کے بیٹھ مرد کی شکل ہوئے[117] پوچھے گے بیٹھ

پوچھیں گے

۱۲۹ جواب[118] ان کوں میں کیسے دیوُں بچار مرد کی صورت ھوئے پوچھے پکار

۱۳۰ اگر ہوتے عورت نہ کچھ خوف[119] تھا جواب دیتی سانچی جو کچھ آوتا

۱۳۱ یہی حشر کا وقت جد آئے گا کھڑا خلق ہر جا ہو کر جائے گا

کے

۱۳۲ کہ تربت سیں ہو کے کھڑے ہوسے کے نعرے آہ کے مار کر' روئے کے

۱۳۳ کفن پہرے یارب میں کیونکر اُٹھوں؟ کہ رسوائی ایسی میں کیوں کر سہوں؟[120]

---

[113] بیٹے (ن ب) لیکن "بیٹھے" درست ہے۔ ورنہ مصرع ساقط الوزن ہو جائے گا۔

[114] پے (ن ب) "لے" درست ہے [115] یقیناً ے جائیں گے اصل ۔ جاویکے

[116] اسے بعد (ن ب) [117] ہو (ن ب) [118] کیسے جواب ان کوں سے دیوُں بچار

[119] اصل ۔ کچ

[120] شعر نمبر ۱۳۳ نسخہ الف اور شعر نمبر ۱۳۱ نسخہ ب کے بعد دوسرا شعر چھپا ہے ۔ اس کا پہلا مصرع نہیں ہے ۔ دوسرا اس طرح ہے ۔

شعر نمبر ۱۳۲ سے .... ـــ پیدا کر دینے بیچ دیتے بہت

۱۳۴ ساری[۱۲۱] رات اس حال میں گزریا — اسی فکر میں روز روشن ہویا

۱۳۵ علی اس وقت آئے بی بی جو کن — دیکھیا ان کوں ہو روئے کیتا سخن

۱۳۶ تمن بن مرا کون ہے یا علی ! — تمن کہیو تمہارا خفی ہور جلی (کذا)

۱۳۷ کہا، تم جگر گوشہ ہو مُصطفیٰ [مصطفا] — شمع تماں امت کی کہیا خدا

۱۳۸ سبب کیا ہے بے ہوش ایسے[۱۲۲] تمن — علی کا خدا[۱۲۳] جان بولوں سخن

۱۳۹ علی بولے رو رو[۱۲۴] کہو کچھ جو بات — تمن بن کیوں ہوئے جو مری حیات

۱۴۰ نشانی دیئے موں ہو تم مصطفیٰ [مصطفا] — تمہارے سبب فخر تھا سب مرا

۱۴۱ ہر اک بوجھتے مجھ نبی کا ہے خویش — سبب تمنا عزت دیتے[۱۲۵] ہے جو بیش

۱۴۲ علی روئے کر بہوت زاری کریں/کری — نہ تل ایک دل میں قراری کریں[۱۲۶]/کری

۱۴۳ اگر آگے میں مرتا تو خوب تھا — نہ غم کھانا اتنا[۱۲۷] مجھے ہوئے تا

---

[۱۲۱] شعر نمبر ۱۳۲ نسخہ ب کا بھی نسخہ الف میں شامل نہیں۔ نسخہ ب میں شعر نمبر ۱۳۳ یہ ہے
"نا پید ..... ناتوں مجے در جہاں — ...." (دوسرے
مصرع کا کوئی لفظ نہیں۔

[۱۲۲] اسے (ن ب) [۱۲۳] فدا (ن ب) [۱۲۴] علی بولے رو کہو

[۱۲۵] دی تھی (ن ب) [۱۲۶] دھریں (ن ب)

[۱۲۷] اتنا (ن ب) دلّی اور نواح دلی میں اب تک "اتنا" کے معنی میں مستعمل ہے۔

۱۴۴ حسن جو حسینا بہی تم بن نا — کس کے گھر رہیں آکے[۱۲۸] من گے کہنا (کذا)

۱۴۵ کسے ما کہیں گے دہی بول کر — نہ مائی[۱۲۹] کوئی رہو(ے) سر پے مگر

۱۴۶ علی روتے تھے روتے تھے دکھ سنکات — نہ آرام تہا دل کوں کرتے نہ بات

۱۴۷ بی بی دیکھیا جد انکھیاں(ں) کھول کر — علی کی طرف زود کیتی نظر

۱۴۸ رو کر دونوں انکھوں منیں انجو بھر — پکڑ کر دونوں ہات سیں دل جگر

۱۴۹ بولی روئے کر کے علی الوداع! — دنی[۱۳۰] چھوڑ تم سات ہوئے وداع

۱۵۰ دونو[۱۳۱] بیٹوں سے، بیٹیوں سے وداع — ساری سکیاں(ں)[۱۳۲] تم ساتھ ہوے وداع

۱۵۱ کہ دنیا سے جانا مجھے ہے ابھی — جاؤنگی ابہی چھوڑ کر میں سبھی

۱۵۲ اینا کہہ، بولی بی بی" آہ مار کر" — سنو یا علی! میں کہوں، کان دھر

۱۵۳ بہت ڈرتی ہوں میں حواس جائے پر — کیا احوال گذرے گا میرے اوپر

۱۵۴ وعدہ مرے بابا کا آ پہنچیا — ضرور یاں سے جانا جو مجھ کو[۱۳۳] ہویا

---

۱۲۸ مسن (ن ب) یہ مصرع یوں ہوگا: یہ کس گھر رہیں آکھیں من کی کتھا

۱۲۹ نمائی / نہ مائی (ن ب)، ماں سر پہ نہیں رہی

۱۳۰ دنیا چھوڑ کر۔

۱۳۱ دونوں (ن ب) ۱۳۲ سکھیا ۱۳۳ مجکوں - اصل

۱۵۵ علی یک نصیحت میں بولوں تمے — فنا جد[۱۳۴] ہوں ہیں دنیائے منے
۱۵۶ مرے بیٹوں کو خبر تم نا کرو — بیچھے سات[۱۳۵] ان کے جو ظاہر کرو
۱۵۷ دامن مرا لے کے جو[۱۳۶] سر کے اوپر — انوں کے تمن ڈالیو[۱۳۷] رو رو سر
۱۵۸ سبب اس نہ مجھ یاد ہر دم کریں — نہ تر رو رو انجواسیں ندیاں بھریں
۱۵۹ اپس ہات سیں[۱۳۸] غسل دیجو تمن — کہ محرم[۱۳۹] تم بن نہ کوئی ہمن
۱۶۰ قبر بیچ[۱۴۰] تنہالے کر تم مجھے[۱۴۱] — دفن کر یو حق بھی اجر دے تجھے[۱۴۲]
۱۶۱ [۱۴۳] رکھو منہہ مرا قبلہ کی طرف کر — برہنہ نہ سر رکھیو میرا مگر
۱۶۲ [۱۴۴] دفن کر کے اوپر قبر کے رہو — اپنی بات میری جو دل میں دھرو
۱۶۳ نکیرین[۱۴۵] سیں سعی کریو بہوت — سوال پچھیا باہر قبر سے ترت (کذا)

---

[۱۳۴] فنا ہوں جد میں (ن ب) [۱۳۵] ساتھ (ن ب) [۱۳۶] کر (ن ب)

[۱۳۷] "رو رو" میں دوسری جگہ "واؤ" رہ گیا ہے (ن ب)

[۱۳۸] سیس (ن ب) بمعنی "سے" [۱۳۹] محرم (ن ب) یہی درست ہے

[۱۴۰] اصل بیچہ [۱۴۱] اصل مجے [۱۴۲] اصل تجے

[۱۴۳] شعر کی ترتیب مختلف ہے۔ [۱۴۴] شعر کی ترتیب مختلف ہے۔

[۱۴۵] شعر کی ترتیب مختلف ہے۔

نوٹ: یہاں سے اشعار کے نمبر پھر یکساں ہو گئے ہیں۔

۱۶۴ دعا بھی جو کریو بدل تم شتاب — ہمن بخش حق آخرت بے حساب

۱۶۵ علی او[۱۴۶] نصیحت سنی کان سیں — روئے بہوت بے ھوش ہو جان سیں

۱۶۶ ھویا رنج حضرت علی کوں بہوت — تسلّاں ہیں بی بی کی رھیاں تروت

۱۶۷ کیتا بات تسلّی مَنے[۱۴۷] بہوت اون[۱۴۸] — جو بی بی کے تپ[۱۴۹] سیں بہوت تھے چلین (پچین)

۱۶۸ بخاراں کی غفلت سیں فرصت ہوئی — نمازوں[۱۵۰] کوں بی بی مصلّے گئی

۱۶۹ نبی کی زیارت کو دل قسیت (قصد) کر — اسی ہات جو دونوں پھیلاے کر ...

۱۷۰ خدا کی طرف سیں [م] آئی تب ندا — نبی کن سیں آیا کہ اے مرحبا!

۱۷۱ کہ اے بی بی تج کوں بشارت ہے خوب — حوراں تیرے لینے کھڑی ہیں انوب

۱۷۲ بہشتی بہی[۱۵۱] میوے عجب ھیں عجب — بہوت کھانے تنیار[۱۵۲] الذہی ہیں سب

۱۷۳ اندیشا[۱۵۳] مرگ کیوں ہو کرتی تمن — خدا کی ہوتی تم پَے[۱۵۴] فضل و منن

---

[۱۴۶] اوس (وہ) [۱۴۷] مینے (ن ب)

[۱۴۸] ان (ن ب) [۱۴۹] تختے (ن ب) [۱۵۰] نمازاں

[۱۵۱] بہشتی میوے (ن ب) نسخہ ب درست معلوم ہوتا ہے

[۱۵۲] طیار — تیار کا املا — ت اور ط دونوں طرح سے درست ہے

[۱۵۳] اندیشہ مرگ کا کیوں کرتی تمن (ن ب) [۱۵۴] پہ (ن ب)

۱۷۴ خدانے کہاہے فرشتوں اوپر — قبر سے باھر سوال پوچھو مگر

۱۷۵ دو جے فکر میں دل جو کرتی بچار — حشر کوں خلق تیں اٹھاوے ستار

۱۷۶ فکر نا کرو تم حشر کوں جو ابھی — انکھیاں ڈھانپ جاویں خلق کے سبھی (کد)

۱۷۷ نہ کوئی کرے نظر تمنا اوپر — پیالا مرگ کا چکھو زود تر

۱۷۸ یہی بات سن بی بی خوش ہوے کر — کہیا باپ[۱۵۵] سے اب ملوں آے کر

۱۷۹ بی بی[۱۵۶] اپ کے گھر اے زود آب — اماماں[۱۵۷] نظر کی جو مادر شتاب

۱۸۰ بوجھا دل میں کچھ[۱۵۸] لائی ہیں جو خبر — کریا جو حسن کوں محبت نظر

۱۸۱ بی بی بوجھا بھوکے ہوے ہیں امام — طرف نظر میری ہو کرتے تمام (کد)

۱۸۲ بی بی بولی اے واسے[*] اب ہات میں — نہیں چیز[۱۵۹] کچھ ہے جو دیوؤں تمیں

۱۸۳ بوجھا میں تمن کوں ہوئے تین روز — نہیں کچھ[۱۶۰] کھایا ہیں گرسنہ ہنوز

---

* اصل۔ چکو

۱۵۵ کھا (کہا) (ن ب)

۱۵۶ "ن ب" میں یہ مصرع اس طرح لکھا ہے : بی بی گھر آپ کے آئے زود آب

۱۵۷ اماموں ۱۵۸ اصل۔ کچ

۱۵۹ چیز کچھ ہی (ن ب)

۱۶۰ اصل۔ کچ

۱۸۴ خدا[۱۶۱] کو دعا یہ ہی مانگو تروت — دیوے میوے جنّت کے پھل بھی بہوت

۱۸۵ یہی بات سن ماں سوں دونوں امام — اپس ڈھانپ کر منھ رو دیا تمام

۱۸۶ ظہر کا انتہا وقت حق حُکَم کر — ملک موت! توں اب زمیں جائے کر

۱۸۷ مدینے میں جا، کر سوال' فاطمہ — پیاری چیز حق واسطے دے ہمہ

۱۸۸ نوشتہ[۱۶۲] بشر کی صورت ہوئے کر — کیا سوال آ کر [جو] دروازے پر

۱۸۹ کہا بی بی کچھ چیز پیاری تمن — "خدا واسطے" آکے[۱۶۳] دینا ہمن

۱۹۰ بی بی فاطمہ آواز حق نام کی — سنی زور[۱۶۴] در پہ آئی شام کی

---

[۱۶۱] نسخہ ت میں یہ شعر اس طرح چھپا ہے ؎ . . . . یہی بہوت
خداکو یہی دُعا مانگو . . . . . .

مصرعِ مقدّم، مؤخر ہے اور مصرعِ مؤخر، مقدّم ہے —

[۱۶۲] نسخہ ت میں یہ شعر اس طرح چھپا ہے ؎ فرشتہ کدا کے صورت . . ہوے مگر
کیا سوال آ کر جو دروازے پر

نوٹ : نسخہ ت کا مطبوعہ شعر درست ہے ۔ نسخہ ت کے دوسرے مصرع میں
"جو" نقل سے رہ گیا تھا وہ شامل کر دیا گیا ہے ۔

[۱۶۳] کر (ن ب)

[۱۶۴] "دوڑ" ہوسکتا ہے ۔ حالانکہ دونوں نسخوں میں "دور" ہے ۔

۱۹۱ گدا دیکھیا کھڑا[*] اہے دروازے پر — کیئے[165] پھر گھر اپنے منیں[166] سب نظر

۱۹۲ بہوت ڈھونڈیا گھر کوں نہ کچھ پائیا — جُبّا[167] پہرنے کا بے کر آئیا

۱۹۳ کہ دروازے بھتر بی بی آسے کر — کہاں اے گدا اب علی[168] ناہیں گھر

۱۹۴ مرے نزد کچھ چیز نا دیکیتی[169] — اگر ہوتے ہیں وہ تمن دیوتی (کذا)

۱۹۵ ملک[170] موت پھر بولے اٹھ[171] کر شتاب — مانگوں[172] میں تمن کوں دیوں کچھ شتاب

۱۹۶ علی سے نہ مرا جو کچھ کام ہے — سخی کی بیٹی کا بڑا نام ہے

۱۹۷ بی بی بولی نا چیز کچھ گھر منے — پُرانا[173] جبّا گھر جو بھتر منے

۱۹۸ ہزاروں پیوندوں کا ہے گا یودھی[174] — اگر چاہو اس کو دیوں میں ابھی

---

* اصل۔ کھڑیا

۱۶۵ کھیے (ن ب) کیے (ن الف) دراصل "کئی" (پ) بمعنی "کی" درست ہے

۱۶۶ موں (ن ب) ۱۶۷ نسخہ ب میں "جببا" دو "ب" کے ساتھ چھپا ہے۔ پہرنا (پہننا)

۱۶۸ اس وقت علی گھر میں نہیں ہیں۔ (مرتب) ۱۶۹ دکھیتی (نظر نہیں آتی معلوم نہیں ہوتی۔

۱۷۰ ملک الموت (ن ب) ۱۷۱ اصل۔ اُٹ ۱۷۲ ماکوں (ن ب) اصل۔ ماگوں

۱۷۳ یو جبہ پورانا جو ہے گھر بھیتر منے (ن ب)

۱۷۴ نسخہ ب میں "یوجھے" پہلے مصرع کا قافیہ اور دوسرے قافیے کا املا" ابھے" چھپا ہے۔

۱۹۹ ملک موت بولا[۱۷۵] برائے خدا — پورانا جیا[۱۷۶] دے میں پھروں سدا

۲۰۰ بی بی [جیا] گل میں سے لیتا اتار — دیا بہیک گھر موں سیں تے[۱۷۷] دلفگار

۲۰۱ وہی جیا نہا کے گدا کوں[۱۷۸] دیا — برہنہ بی بی آن کر سارا اھویا[۱۷۹]

۲۰۲ اتھی ایک جو ان کے گھر میں لویا — جو تن اپنا اس سیں[۱۸۰] بی بی نے ڈھانپیا (کذا)

۲۰۳ ایا عرش سیں جبریل دروازے پر — جو آواز[۱۸۱] دیتا اسی وقت پر (کذا)

۲۰۴ بی بی فاطمہ بھیجیا موں ادر — خدا سے تم کنے بہی[۱۸۲] محمدؐ مگر
ادھر

۲۰۵ بلائے ہیں تم کوں دیو کچھ جواب — جواب ان دُنوں کو میں دیوُں جواب[۱۸۳]
دونوں — شتاب

---

۱۷۵ اصل بولیا ۱۷۶ نسخہ میں جبھہ اس طرح چھپا ہے

۱۷۷ سے (ن ب) ۱۷۸ کو (ن ب)

۱۷۹ یہاں "ھویا" بمعنی "ہوئی" نظم کیا ہے (دکنی) ۱۸۰ نے (ن ب)

۱۸۱ کذا۔ نسخہ ب میں مصرع نامکمل چھپا ہوا ہے

۱۸۲ نسخہ ب میں اگرچہ مصرع نامکمل ہے لیکن الفاظ کے تواتر میں اختلاف ہے۔

مصرع: "خدا ..... تم کنی محمدؐ ...."

۱۸۳ مخطوطہ ہذا (الف) میں ہی حاشیے پر "نسخہ" بنا ہوا ہے (شتاب) "جواب اور شتاب" دونوں طرح پڑھا جا سکتا ہے۔ شتاب درست ہے۔

۲۰۶ بی بی اس روش سیں جو[۱۸۴] سنیا دییل — کہا، تم کھڑے ہو باہر جبرئیل! (کذا)

۲۰۷ کہا، میں ہوں "جبریل" پیک خدا — جو کچھ بولو، حق بخش دیوے سدا

۲۰۸ کہا تب گنہگار امت رسولؐ — خدا[۱۸۵] بخشے دل میرے کے، یو قبول

۲۰۹ یہی چاہتے عورتا[۱۸۶][ں] جو مرد — حَشَر کوں[۱۸۷] نہ سختی سیں پاوے دَرَد[۱۸۸]

۲۱۰ ندا آیا[۱۸۹] بخشوں گا، سب کوں مگر — فاتا[۱۹۰] (فاما) حساب لیوں ہر ایک پر

۲۱۱ کہ جبریل پھر بولے بی بی سنکات — ملک موت کہتا ھے تم سات[۱۹۱] بات

۲۱۲ *کتا ہے جیا کہنہ دیتا مجھے — اجر اس کا حق نے بھی دیتا تجھے

۲۱۳ کچھو[۱۹۲] پیاری بہی چیز مج کوں دیو — اجر اس کا بھی حق کنے سیں لیو

---

[۱۸۴] سنا۔ سنی (دکنی۔ پ) [۱۸۵] کذا

[۱۸۶] عورتاں (ن ب)

[۱۸۷] "نہ سختی"۔ غلطی سے کتابت ہو گیا ہے یا مخطوطے میں بھی غلط لکھا گیا ہے (ن ب)

[۱۸۸] "د" اور "ر" پہ زبر پڑھیے، مصرع درست ہو جائے گا۔

[۱۸۹] ندا کو "مذکر" آیا کے ساتھ نظم کیا ہے۔ یہ دکنی بولی کا اثر ہے

[۱۹۰] کذا [۱۹۱] ساتھ (ن ب) * کہتا ہے (ن۔ الف) قافیہ مجے۔ تجے

[۱۹۲] کچھو بمعنی کچھ (دکنی۔ پ) (اصل۔ کچو)

۲۱۴ بی بی پوچھ کر دل سیں بوجھا یو جہار   کہ جیو لینے کوں آیا ہے آشکار (کذا)

۲۱۵ ملک[۱۹۳] موت سوں بولی بی بی سدا   مرا جیو حق نام پر ہے فدا (کذا)

۲۱۶ اگر چاہتے ہو لیو تم شتاب   کیا پھر مجھے سیں نہ یو کیوں خطاب

۲۱۷ ملک موت بی بی سیں یو سن تبھی[۱۹۴]   انار ایک بہشتی جو دیتا جدھی

۲۱۸ سونگھو بی بی اس کوں لیو کیا خوب ھے   حُکمُ حق سے تمنا کوں یو ہیں جوب ھے (کذا)

۲۱۹ بی بی سونگھیا[۱۹۵] اس کوں جو خوش ہوے کر   چلا جیو وداع وئے آسمان پر

۲۲۰ ملک موت، جبرئیل انو نے تبھی[۱۹۶]   سونپا فاطمہ جیو حوراں ابھی

۲۲۱ حوراں بہشتی او پاک جیو لے   رکھا جا خوشی سانتھ[۱۹۷] جنت منے

۲۲۲ وقت شام کا تہا علی گھر آئیں[۱۹۸]   اماماں[۱۹۹] سبی باہر سیں بھتر آئیں (کذا)

۲۲۳ بی بی کوں دیکھیا نزد مصلّے آئے کے   چکی پاس ڈھونڈا بہت جائے کے

۲۲۴ فکر مند ہوکر بہی گھر لیے آئے[۲۰۰]   مشک بو عنبر کی خوشبو اچھے (کذا)

---

۱۹۳ ملک الموت سے   ۱۹۴ (ن ب) قافیہ : تبھے - جدیھے

۱۹۵ سونگھا (ن ب)   ۱۹۶ تبھے - ابھے (ن ب)   ۱۹۷ اصل-سات

۱۹۸ آئے (دوکنی)

۱۹۹ اماموں   ۲۰۰ آییئے (ن ب)

۲۲۵ دیکھی روشنی اس طرف سے بہوت — گئی[۲۰۱] دور کر دئیے اس جا تروت[۲۰۲]

گئے دوڑ کر دے اسی جا تروت

۲۲۶ نفس کی صدا نا ہیں تن کوں ثبات — مردہ ہو پڑی[۲۰۳] ہیں نہیں کچھ حیات

۲۲۷ کہ حیا[۲۰۴] پورانہ انتھا گل بھتر — دیکھا وہ بھی ناہے تن کے اوپر

۲۲۸ حوراں فاطمہ گرد بیٹھی ہو کر[۲۰۵] — اڑاتے[۲۰۶] مکھی ہیں انو کے اوپر (اُپر)

۲۲۹ علی، فاطمہ کوں جو دیکھا بہے[۲۰۷] — مردہ ہوئے[۲۰۸] لیٹی ہیں اس جائے پے (اُپر)

۲۳۰ سر اپنا کدو کی لے کر مارہا — اسی وقت یک نعرہ رو کر کیا

۲۳۱ بولے آہ کر یادگاری[۲۰۹] چھوڑ ی — ہمن سیں جدا ہو کیو[۲۱۰] جاوے ابھی

۲۳۲ اماماں نہ لاگیں کہیں اب رونے — رویں[۲۱۱] جدنہ ماں کوں دیکھے گھر منے

---

[۲۰۱] کذا [۲۰۲] تزت (ن ب) [۲۰۳] پڑے ہیں بمعنی پڑی ہیں (دکنی)

[۲۰۴] اگرچہ نسخہ ب میں یہ مصرع نامکمل چھپا ہوا ہے لیکن پھر بھی مختلف ہے :

مصرع : "کہ حیا انتھار .... نہ گل کے بھیتر"

[۲۰۵] کذا ، "ہوئے کر" درست ہوگا [۲۰۶] اڑاوتے مکھی

[۲۰۷] بہے (نسخہ ب میں درست ہے۔ نسخہ الف میں ایک نقطہ کتابت میں رہ گیا ہے)

[۲۰۸] ہوئی (دکنی) [۲۰۹] پیار کرنا چھوڑ دیا۔ محبت کرنا چھوڑ دی۔ کنارہ کشی اختیار کرلی

[۲۱۰] کیوں [۲۱۱] رویں جو نہ مائی کو (ن : ب)

۲۳۳ چلے انجو جاری ہو حضرت علی   سارے تن موں ان کے پڑی کھلا بلی[۲۱۲]

۲۳۴ یوں روئے کر فاطمہ نیک بخت !   ہمن کو دیا دکھ دنی موں سخت (کذا)

۲۳۵ جدا ہو ہمن سیں چلی تم اِیتال*   ہمارا دنی بیچ[۲۱۳] کہا ہوسے حال

۲۳۶ پیمانہ مہر توڑ ڈالے تمن   روئے جد نہ دیکھے تمیں گھر سنن

۲۳۷ علی کو بی بی نے کہا تھا اول   نصیحت وہی یاد آئی* سکل

۲۳۸ بی بی تھی برہنہ کدو سیں نکال   علی دنیا[۲۱۴] اپ ہات سے جو سنبھال[۲۱۵]

۲۳۹ علی[۲۱۶] گھر میں جائے' نظر جو کیا   کفن کوں بہی کپڑا نہ کچھ پائیا

۲۴۰ بچھا رہا بھٹی چادر اک گھر منے   پہرائے بی بی کوں دفن تربت نمنے

۲۴۱ بہوت دنیا میں میںنے پیدا کیا   اخر کچھ نہ گھر بیچ میں پائیا

۲۴۲ کفن بی بی کوں میں[۲۱۷] کہاں سے دلوں   خدا پاس رحمت میں کیونکر لیوں (کذا)

---

[۲۱۲] کھلبلی (ن ب)   * اس وقت (ہ)

[۲۱۳] بچّے (ن ب) اصل۔ بیچہ   [۲۱۴] دینا (ن الف)   [۲۱۵] اصل سنبھال

[۲۱۶] نسخہ ت میں یہ مصرع اس طرح چھپا ہے :

"علی گھر میں جو نظر جا ...... کیا"

[۲۱۷] سے (ن ب)

۲۴۳ دنی کی حیاتی ہماری سو کیا — کفن گھر میں تاز یک میسر آیا (کذا)

۲۴۴ علی بات کہہ اپنی روے بہوت — غم[۲۱۸] اندوہ دل بیچ کہا بانزوت

۲۴۵ دیئیے[۲۱۹] غسل بی بی کوں اب لوالحسن — ردا پارہ پارہ پہرایا کفن

۲۴۶ علی لے جنازہ بی بی کا چلے — گورستان کی طرف لے کر ملے

۲۴۷ گورستان میں[۲۲۰] جائے کیتے نظر — دیکھا گور کھودی اچھے تین بشر

۲۴۸ نظر مرتضیٰ پر جو ان کی پڑی — گئے[۲۲۱] ھوئے غائب وہی[۲۲۲] اوس گھڑی

۲۴۹ علی قبر اوپر جو آئے تبھی — فکر دل منے بہوت کیتے جدھی

۲۵۰ کہا اے خدایا ! قبرھے یو کیت — دنی میں ایسا کون مرا ھے میت

---

۲۱۸ اندھو (ن ب)

۲۱۹ یہ شعر نسخہ ب میں شامل نہیں۔

نوٹ : یہاں سے اشعار کے سلسلہ شمار میں ایک نمبر کا فرق آگیا ہے۔

۲۲۰ (شعر نمبر ۲۴۶ ن ب) سے گورستان کی طرف کیتے نظر
کہ گز گور کھودی ہے آدم بشر

۲۲۱ کئے ــــ اصل

۲۲۲ وہیں (اسی وقت)

۲۵۱ جو آواز ہاتف نے دیٔ سن امیر! — یہی[۲۲۳] فاطمہ گور ھے' بے نظیر

۲۵۲ تینو کھڑتے دیکھے تیں[۲۲۴] نوجواں — میکالؔ[۲۲۵] و سرآفیل و جبریل واں

۲۵۳ علی جب یہی بات کانو[ں] سنی — خوشی جو ہوئی دل او نو کوں[۲۲۶] دونی

۲۵۴ دیکھا مرتبہ بی بی کا خوش ہوے — خدا کے خواصوں کو نین جیوسے (کذا)

۲۵۵ بجا لائے شکرانا حق کے تبھی (کا) — دیکھیں شور یک ہوتا روتا جدھی

۲۵۶ دیکھیں[۲۲۷] کیا بہشتی حلہ ہات میں — لیکر حوراں آئی ہیں ورجات[۲۲۸] میں

۲۵۷ گرد گور بی بی کے پیدا کیا — حلہ بہشتی لے کر جب پھرائیا

۲۵۸ بولیں حوراں سن فاطمہ دل بچار — جیا ہوئے حلہؔ رحمت کردگار

۲۵۹ یکے تار حلہ کا حی پائیا — اونوں[۲۲۹] دلیوے ساری نہ دوزخ ایذا (کذا)

---

[۲۲۳] یہی فاطمہ کو رہی تنتظیر۔ نسخہ ت میں مصرع مہمل چھپا ہوا ہے۔

[۲۲۴] دیکھے تیں نو ("تیں نو" بمعنی "تونے" — پ۔

[۲۲۵] عزرائیل، اسرافیل، جبرائیل واں (ن ب) [۲۲۶] کو (ن ب)

[۲۲۷] کذا

[۲۲۸] دربات میں (ن ت) لیکن "درجات میں" درست ہے۔ بمعنی منازلِ جنت

[۲۲۹] دنی دیوے (ن ب)

۲۶۰ کرے کوئی خیرات دنیا بھتر　　ایسا آخرت بیچ پاوے اجر
۲۶۱ اگر دانا ہے گا توں خیرات کر　　[۲۳۰]نہ کوئی فعل اس خوسے سے خوب تر
۲۶۲ کہ خیرات دنیاں میں جس نے کیا　　قبر بیچ جا سکھ ستے سوئیا
۲۶۳ علی دیکھ بی بی کوں روے پکار　　نہ [۲۳۱]کچھ نیکی دنیاں میں، میں کی بچار
۲۶۴ بی بی جیا [م] دیتا برائے ستّار[۲۳۲]　　دیا بدلہ اوس کا جو حق بے شمار
۲۶۵ [۲۳۳]دیبے نور کے جامہ حق اوس بدل　　کہ خیرات سب کام موں ہے [۲۳۴]اول
۲۶۶ دفن کر بی بی کوں، فارغ ہوے کر　　دیکھیں کیا اپس کی نظر روئے کر
۲۶۷ دکھے پھر جو حضرت علی کیا تبھی　　کہ دو مرد[۲۳۵] پہونچے جو آ کر جدھی
۲۶۸ قبر دور آ کر[۲۳۶] کھڑے ہوے کر　　پوچھا، کون رب تیرا[۲۳۷] کہہ کھول کر

---

۲۳۰ نکوئی فعل اوس ہی خوسے خوب تر (نسخۂ بؔ شعر نمبر ۲۶) مصرع مہمل ہے۔
۲۳۱ کچ۔ اصل　　۲۳۲ "ستار" کی "ت" مفتوح پڑھیے۔
۲۳۳ دئی (ن ب)　　۲۳۴ "اول" کا واوٗ مفتوح پڑھیے　　شعر نمبر ۲۶۸
۲۳۵ کہ دو مرد آ کر جو پہنچے جدھی (ن ب۔ شعر نمبر ۲۶۶)
۲۳۶ کر (ن ب شعر ۲۶۷)
۲۳۷ صاف صاف بتا

۲۶۹ نبی کون[۲۳۸] تمنا، بہی ہے دین کون — امام[۲۳۹] صور، کتاب صور، قبلہ بہی کون

۲۷۰ بی بی قبرموں سے جو[۲۴۰] دیتا آواز — کہ رب مرا اللہ[۲۴۱] ہے بے نیاز

۲۷۱ محمدؐ[۲۴۲] نبی، دین اسلام اھے — کعبہ قبلہ، صور زوجؑ، امام اھے

۲۷۲ کتاب[۲۴۳] پاک مری ہے قرآن جان — خدا میرا ایمان راکھے امان

۲۷۳ ایہہ سوال کر کر جو منکر نکیر — گئے پھر جو خوش ہوئے وہاں[۲۴۴] بے نظیر

۲۷۴ علی رات یک گور بی بی اوپر — رہے[۲۴۵] بیٹھ، رہ کر اوسی جائے پر

---

۲۳۸ نبی کو (ن ب۔ شعر نمبر ۲۶۸)

۲۳۹ امام صور قبلہ بہی ہیں، بجائی کون (ن ب۔ شعر نمبر ۲۶۸)

۲۴۰ نسخہ ب شعر نمبر ۲۶۹ میں "جو" طباعت سے رہ گیا ہے

۲۴۱ "جو اللہ" (ن ب۔ شعر نمبر ۲۶۹)

۲۴۲ نسخہ ب میں شعر نمبر ۲۷۰ اس طرح چھپا ہے

نبی ہیں محمد جو دین اسلام — کعبہ قبلہ، قراں امام ہے تمام

۲۴۳ نسخہ ب کا شعر نمبر ۲۷۱ اس طرح طبع ہوا ہے : ؎

بھائی میرے، مومن مسلمان جان — خدا میرا ایمان راکھے امان

۲۴۴ وھاں پے نظیر (ن ب۔ شعر نمبر ۲۷۲ یہ یوں ہو سکتا ہے : "وہاں بے نظیر"

۲۴۵ رہے بیٹھ (ن ب)

۲۷۵ علی خواب میں بی بی دیکھی نظر — کھڑی ہیں جنت کے دروازے اوپر[۲۴۶]

۲۷۶ علی بولے یاں کیوں کھڑی ہو اتیال — جنت بیچ جا کیوں نہ بیٹھو خوش حال

۲۷۷ بی بی بولی یک سوئی لیتی[۲۴۷] جو ہیں — نہیں پھیر[۲۴۸] دئی اوس کے خاوند کے تئیں (کذا)

۲۷۸ پڑا ار کہی ہے گھر کی دیوار میں — تمن جائے دیو اسی حال[۲۴۹] میں

۲۷۹ علی ہوئے ہوشیار[۲۵۰] ورے آییئے — لیکہ سوئی گھر سیتی مالک دیئے

۲۸۰ دیکھے[۲۵۱] کیا بی بی کوں جو در خواب[۲۵۲] میں — جنت بیچ بیٹھی ہیں خوش حال میں

۲۸۱ ارے لوگاں غافل رہو نا مدام — ناحق دار کا حق جو راکھو تمام

۲۸۲ کہ حقدار کا حق جو دیوو تمام — خدا دیوے جنت تمن کوں مقام

۲۸۳ بولیں آئے کے جو تھا مقصد مرا — دیا حق جنت بیچ مجھے[۲۵۳] کوں ڈیرا[۲۵۴]

---

[۲۴۶] (ن ب۔ شعر نمبر ۲۷۵) [۲۴۷] لیتی (دوکتی) لی تھی۔

[۲۴۸] پوربی زبان میں اب بھی اسی آواز کے ساتھ مستعمل ہے

[۲۴۹] جال میں (ن ب۔ شعر نمبر ۲۷۷) [۲۵۰] ہو کر [۲۵۱] دیکھیے

[۲۵۲] اس قسم کی تکرار جا بہ جا ملتی ہے۔ اس دور میں ایسی تکرار جائز سمجھی جاتی تھی؛ "در خواب میں"

[۲۵۳] مجھ کوں ڈیرا (ن ب۔ شعر نمبر ۲۸۲)

[۲۵۴] مکان۔ قصر۔ محل

۲۸۴ دنی کے جو غم نا کیسے بھول کر — پا یا میں نے آرام یاں خوب تر

۲۸۵ بی بی ایک صندوق پر میوا کر — بہشت تے[255] حیدر کون دیا کاڑ کر[256]

۲۸۶ کھا دیو اماماں[257] کو تم جائے کر — کھا دیں گے[258] بہوت وے خوش ہوئے کر

۲۸۷ دنیا کی جیتی بھوک ہو پیاس سب — کھاتے اوس کے نار ہوے[259] او کہائے سب

۲۸۸ وداع ہو قبر سیں علی پھر چلے — آئے گھر موں بیٹوں سیں آکر ملے

۲۸۹ دیکھیں کیا دونو بھائی بیٹھے روتے[260] — ایس ایکس[261] کا ایکس مکھ چومتے

۲۹۰ نہ مائی[262] کون اوس جلئے پا یا تر وت — سبب بھوک[263] کے بہی جو روئے بہوت

۲۹۱ دیکھا باپ کوں آوتے ہیں تبھی — پوچھا قبلہ تم کاں گئے تھے ابھی

۲۹۲ کہ صندوق میوے کا آگے کیا — دو تو بیٹوں نے مل تبھی کھا لیا

---

۲۵۵ "تے" بمعنی "سے" (پ)

۲۵۶ کاڑ کر بمعنی نکال کر — ۲۵۷ اماموں

۲۵۸ کھا دیں گے (ن ب - شعر نمبر ۲۸۵) اصل - لٹا دیں گے۔

۲۶۰ روتے (ن ب - شعر نمبر ۲۸۸)

۲۶۱ ایس میں یکس کا یکس مکھ چومتے ن ب - ایک کا ایک — ۲۶۲ نماں

۲۶۳ بھونک (قدیم - دکنی)

۲۵۹ اس کے کھاتے ہی دنیا کی بھوک پیاس جاتی رہے گی

۲۹۳ سبب بھوک[۲۶۴] بے ہوش تھے جو بہوت — میوا کھاتے خوش وقت ہوتے ترنت

۲۹۴ بولے دونوں بھائی اے بابا کہاں؟ — ہماری نہ ماں ہے گی گھر کے جہاں

۲۹۵ علی بیٹوں سے[۲۶۵] بولے اٹھ کر جواب — گئے[۲۶۶] کرنے زیارت نبی کی شتاب

۲۹۶ اماماں بولے اما[۲۶۷] کب آئیں گے — بولے سات[۲۶۸] دن جد[۲۶۹] گذر جائیں گے

۲۹۷ رکھو آس میں ہو جو[۲۷۰] حق سوں بہوت — کہ جو چاہتا کرتا سب کوں تروت[۲۷۱]

۲۹۸ یہی سات دن جب[۲۷۲] گذر کر گئے — اماماں[۲۷۳] نے پھر یاد اما کوں کیے

۲۹۹ علی نے بیٹوں کو کہا روئے کر — *واقع فاطمہ کا ہو تردو دتر (کذا)

۳۰۰ بیٹوں نے تبھی سن جو کھائی بچھاڑ — دونو روئے یکبارگی جو پکار

---

۲۶۴ پھونک (ن ب۔ شعر نمبر ۲۹۲)

۲۶۵ سیں (ن ب۔ شعر نمبر ۲۹۴)

۲۶۶ یہ لفظ "گئے" ہے بمعنی گئی (دکنی) اصل کے "

۲۶۷ بابا (ن ب۔ شعر نمبر ۲۹۵) ۲۶۸ ساتھ بمعنی سات (ن ب۔ شعر نمبر ۲۹۵)

۲۶۹ جب (ن ب۔ شعر نمبر ۲۹۵) ۲۷۰ مے ھوں (ن ب۔ شعر نمبر ۲۹۶)

۲۷۱ ترنت (ن ب۔ شعر نمبر ۲۹۶ لیکن "تروت بروزن بہوت" درست ہوگا۔

۲۷۲ جب (ن ب۔ شعر نمبر ۲۹۷)

۲۷۳ اماموں پھر یاد (ن ب۔ شعر نمبر ۲۹۷)

* (تصحیح قیاسی) وفاتی فاطمہ کا ہوئے تردو تر

۳۰۱ دونو روئے بھائی آنکھوں[۲۷۴] زار زار   چلاخون جاری ہو چشماں بھنار[۲۷۵]

۳۰۲ روکر بولے، اے ماں! گئی چھوڑ کر   تنہا کیوں کے[۲۷۶] رہنوے گی اوس جائے پر

۳۰۳ کریں واویلا کون کا یار پار (؟)   نہ یک تل اونوں کے جو دل کوں قرار (رکنا)

۳۰۴ علی روے کر کہیا، فرزند سن!   نہ ہیں گے دنی بیچ بہی ہم تمن[۲۷۷]

۳۰۵ پیالا مرگ کا سبھوں چا کھنا   دنی ہیں کوئی روز ھے یہ[۲۷۸] آنا

۳۰۶ دنی پانچ دن کا ھے سیناج[۲۷۹] جان   نہ رہ[۲۸۰] توں جو غافل یو دل سیں پچھان

۳۰۷ اگر ھے جو ہشیار، کر اختیار   کہ خیرات طاعت کرو دل بچار (کنا)

---

[۲۷۴] آنکھوں نزار (ن ب۔ شعر نمبر۳۰۰)

[۲۷۵] بھنار بمعنی بھیتر، اندر۔ نسخہ ب میں بھیتر ہی طبع ہوا ہے لیکن پہلے مصرع میں "نزار" قافیہ ہے لہذا "بھنار" ہی درست ہے۔ "بھیتر" درست نہیں ہو سکتا۔ شعر نمبر۳۰۰

[۲۷۶] "کیوں" کے بعد "کے" نہیں چھپا (ن ب۔ شعر نمبر۳۰۱) بمعنی کیوں کر

[۲۷۷] دسے گے دنی بیچ بہی ھم تمن (ن ب۔ شعر نمبر۳۰۳) مصرع مہمل ہو گیا

[۲۷۸] یہانا (ن ب۔ شعر نمبر۳۰۴) لیکن "یہانا" مہمل ہے۔ نقل یا کتابت کی غلطی

[۲۷۹] سیناج (ن ب۔ ش نمبر۳۰۵) بمعنی سن لے (دکنی)

[۲۸۰] نرہ (ن ب۔ شعر نمبر۳۰۵) نسخہ الف میں مزہ پڑھا جاتا ہے لیکن اس میں بھی نرہ "نہ رہ" ہی ہوگا۔

۳۰۸ کہ خیرات آخر کوں آوے گی کام — بہشتوں منے جا کرے گا مقام
۳۰۹ نہ فرزند جورو[281] نہ بھائی نہ یار — کوئی نہ چھڑا[282] وے تجے اوس دیار
۳۱۰ نبی پیروی بیچ رہ ' اسمٰعیل[283] — قیامت کوں بخشے گا ربّ جلیل [دعا]
۳۱۱ وطن[284] امروھا میرا ھے ' شہر نام — اسی جائے پر میرا ھے گا قیام[285]
۳۱۲ دلّی[286] کے گرد بیچ وہ شہر ھے — ندی سوت[287] کی بھی وہاں لہر ھے

---

[281] عصر قدیم میں "جورو" بمعنی بیوی - زوجہ مستعمل تھا۔ عصر حاضر میں متروک ہے

[282] نا (ن ب۔ شعر نمبر ۳۰۸)

[283] تخلص مصنف۔ مقطع مثنوی

[284] اسمٰعیل کا وطن (امروہہ)

[285] ہو سکتا ہے کہ اسمٰعیل اس مثنوی کی تصنیف کے وقت امروہہ میں مقیم ہوں (مرتّب)

[286] امروہہ۔ دلّی سے ۸۰ میل پر واقع ہے۔

[287] امروہہ کی مغربی سرحد پر "سوت ندی" زمانہ سابق میں ندی کی صورت میں بہتی تھی، لیکن آجکل خشک ہو کر محض ایک تالاب سا رہ گیا ہے لیکن چند میل دور جا کر وہ ندی پھر جاری ہو گئی ہے۔ جہاں اب تالاب سا نظر آتا ہے اس پر ریلوے پل بنا ہوا ہے۔ اس میں عرصہ ہوا کہ ریل گاڑی ڈوب گئی تھی ـــــ روایت ہے کہ مصنّف موصوف نے "سوت ندی" پر بھی کوئی مثنوی کہی تھی لیکن وہ مثنوی نایاب ہے (مرتّب)

۳۱۳ اوسے پھر دعا نام بیچ یاد کر — اوسی[288] کا خدا تجھ کوں دے گا اجر

۳۱۴ مہینہ[289]* جو رجّب مرجّب انتھا — بھی تاریخ پچیسویں ماہ تھا (؟)

۳۱۵ اتھے[290] سال ھجری نبی کے عیاں — گیارہ سو اور پانچ تھے بوجھہ جاں

۳۱۶ جو دن[291] چہار شنبہ بوقتِ ظہر — قصہ پورا کیتا بہوت فکر کر

۳۱۷ وفاتی بی بی کی پڑھے جو بچار — توں بھی عاقبت نیک[292] ہوئے ہوش دار

۳۱۸ کرو توشہ تم عاقبت کا بہوت — وفات نامہ[293] بی بی کا پڑھ کر تر وت (کذا)

۳۱۹ قصہ پورا کیتا جو سن کان دھر
پڑھو کلمہ خوش ہوئے ہر وقت پر

تمت بالخیر والعافیہ

* ۲۵ رجب ۱۱۰۵ھ مطابق ۱۲ مارچ ۱۶۹۴ء - چہار شنبہ
(تقویم عثمانی کے مطابق دو یوم کا فرق ہے یعنی ۲۵ رجب کو دوشنبہ اور ۲۷ رجب کو چہار شنبہ تھا)

---

[288] اسی کا خدا بخشنے گا تجھے اجر (ن ب - شعر نمبر ۳۱۲) مہمل ہوگیا

[289] پیش نظر مثنوی کی تاریخِ تصنیف (۲۵ رجب) [290] سال تصنیف مثنوی ۱۱۰۵ھ

[291] وقت تصنیفِ مثنوی : ظہر بروز بدھ

[292] "نیک" طبع نہیں ہوا (ن ب - شعر نمبر ۳۱۶)

[293] بی بی کے موں سے عجب (ن ب - شعر نمبر ۳۱۷)

۲

مثنوی مُعجزۂ انار

[باشاہ خیبر (بلقیس شاہ)]

تصنیف — سنہ ۱۱۲۰ھ (سنہ ۱۷۰۸ء)

تعداد اشعار — ۱۴۴+۴ = ۱۴۸

ضروری یادداشت :

چونکہ مطبوعہ اور غیر مطبوعہ "بؔ اور جؔ"
دونوں نقول، بنیادی مخطوطہ "الفؔ"
ہی سے نقل کی گئی ہیں، لہٰذا حواشی میں
"ن" سے مراد "نقل" ہے "نسخہ" نہیں!
(مرتّب)

❖

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الٰہی توں دانا ہے ہر کاج کا — سر انجام دیتا ہے محتاج کا

ہر ایک آرزو کے پورا نا ہے آں — کبیران صغیران فقیران تراس

جیتے جگ میں مخلوق ہر ایک جہان — تیرے نعمتاں کاج بولیں بکھان

توں غفار غفار ہر ایک اوپر — تیرے [illegible] کا کسی کیا خبر

کیتے نبی ہو لام کیتے غیب داز — توں نہیں بو جتا ہے غریب النواز

محمد مبعوث پر کیے نام دار — جیتے سب انوں نا بیے کیا کام گار

محمد نبی ہیں کریم و شفیع — مراتب مبعوث پر کیا ہے رفیع

اوی کچ ستھا جد نبی جو گیے — نبوت کا چھتر اونو سر دیے

چار دو یار اونکی جو تھے ہم کلام — خلافت بڑائی دیا ہے مدام

ابو بکر صاحب عمر خاص نام — و عثمان علے یار دو جیہ تمام

اصحابے سب جمع اس جاے تھے — صورت دیکھنی کون نبی دے صحابے

مدینہ میں یک روز کر التجا — بیٹھے یار سب مل نبی پاس جا

فضیلت جو کرتے تھی سب خلق کوں — نماز اور روزہ و تسبیح کوں

ملک بیکا

مثنوی معجزۂ انار کا ابتدائی صفحہ — (مخطوطہ الیاس خاں تحریرہ ۱۱۲۲ھ / ۱۷۰۹ء)

* زیرِ نظر تحریر مخطوطۂ حیدر حسین یکتاؔ سے نقل کی گئی ہے جو بنیادی مخطوطہ الیاس خاںؔ کے نسخے کی نقل ہے۔
نائب نقوی

۷۸۶

این قصۂ معجزہ آثار

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ؁

یکے از تصانیف لطیف، سلالۃ الکرام مولی المقام، الفاضل الجلیل سید اسمٰعیل الامروہوی بن سید ابراہیم بن سید ابوالفضل بن سید محمد میر عدل بن سید منتجب ثانی بن سید بڑے بن سید چاند بن سید منتجب اوّل بن سید راجے بن سید عبدالعزیز بن سید شاہ شرف الدین بن سید علی بزرگ بن سید مرتضیٰ بن سید ابوالمعالی بن سید ابوالفضل بن سید داؤد بن سید حسین بن سید علی بن سید ہارون بن سید جعفر ثانی بن حضرت امام علی نقی[۴] المتوفی سنہ ۱۱۲۳ ہجری النبوی، مصنف وفات نامۂ بی بی فاطمہ است کہ مولانائے مبرور در سنہ ۱۱۲۰ ہجری انشا کرد، الآں بست[۲۷] و ہفتم رجب المرجب سنہ ۱۲۸۴ ہجری از نسخہ کہ نوشتہ محمد الیاس خاں در سنہ ۱۱۲۱ ھ و مال اخی سید قربان حسین است، نقل نمودہ شد۔

حررہ بندۂ خدائے بے ہمتا، سید حیدر حسین یکتاؔ

بسم اللہ الرحمن الرحیم[1]

ایں قصّہ "معجزہ انار"

[با شاہ خیبر، بلقیس شاہ]

۱ الٰہی! تو دانا ہے ہر کاج کا — سر انجام دیتا ہے محتاج کا
۲ ہر اک آرزو کی پوراتا[2] ہے آس — کبیراں، صغیراں، فقیراں تراس[3]
۳ جتی ہیں گی مخلوق ہر یک جہاں — تری نعمتاں کاج بولیں بکھاں[4]

---

[1] مخطوطے میں مثنوی کا عنوان مقدم ہے اور "بسم اللہ" بعد میں۔ مرتب نے "بسم اللہ" کو مقدم کر دیا ہے۔

[2] پوری کرتا ہے۔

[3] (ا۔ب۔ج تراس) لیکن حقیقتاً "تراس" ہے بمعنی پیاس۔ یہاں پیاسا یا محتاج مراد لیا ہے۔

[4] اعلان۔ اعتراف

۴ توں قہار، غفار ہراک اوپر — تری صنعتاں[۵] کا کسے کیا خبر

۵ کتی شے ہے ظاہر، کتے غیب[۶] راز — تو ئیں[۷] بوجھتا ہے غریب النّواز

۶ محمدؐ سبوں پر کیا نامدار — جتی شے انوں[۸] سے کیا کامگار

۷ محمدؐ نبی ہیں، کریم و شفیع — مراتب سبوں پر کیا ہے رفیع

۸ اوّل کچھ نہ تھا جد نبی جو کیے — نبوّت کا چھتّر انوں سر دیئے

۹ چاروں[ں][۸] یاراں* کے جو ہیں ہم کلام — خدا نے بڑائی دیا ہے مدام

۱۰ ابوبکرؓ صاحب، عمرؓ خاص نام — و[۹] عثمانؓ، علیؓ یار دوجے تمام

۱۱ اصحابی سبھی[۱۱] جمع اس جائے تھے — صورت دیکھنے کوں نبیؐ دھائے تھے

۱۲ مدینے میں یک روز کر التجا — بیٹھے* یار سب مل نبیؐ پاس جا

---

۵ کا "بجائے" کی استعمال کیا گیا ہے — جمع صنعت کی صنعتاں (پ-د)

۶ ندوی نے غیب دار بمعنی "پوشیدہ" لکھا ہے۔

۷ "تو ئیں" بمعنی توہی   ۷ کذا (ن ب-ج)   ۸ ن ب- چاروں* یاراں پڑھیے۔

۹ بقول ندوی مصرع ساقط الوزن ہے لہذا اس طرح پڑھا جائے:
(وعثمان علی......)

۱۰ الف زائد ہے

۱۱ سبی۔ سب ہی۔ سبھی۔ سبوں۔ سبھوں

* تی زائد ہے اس طرح پڑھیے: بیٹھے یار سب مل نبی پاس جا —

۱۳ نصیحت جو کرتے تھے سب خلق کوں — نماز اور روزہ و تسبیح کوں

۱۴ مُلکؔ[12] ملک کے شاہ اور خاص عام — حکم* مان کر آئے کرتے سلام

۱۵ اُتھا[13] ملک خیبر بڑے بھار کا — کہ تھا شاہ بلقیس اس ٹھار کا

۱۶ کہ یک سال سارا وہ شاہی کرے — کہ لشکر، قلعہ، مال بہتے[14] دھرے

۱۷ قلعہ خیبری تھا بہت استوار — تو یاں باندھے جا دھرے[15] ٹھار ٹھار

۱۸ بارہ کوس تائیں وہ لشکر پرے — ہر اک ملک کے شاہ اس سوں ڈرے

۱۹ نظر بھی[16] غضب کی وہ کرتا جدھر — وہ ملک پل میں ہوتا تل اوپر

۲۰ اسے مال اور گنج[17] تھا بے شمار — خزینے بھرے گنج کے ٹھار ٹھار

---

[12] میم اور لام مضموم پڑھیے۔

[13] اُ " بجائے " اوہ (پ) بمعنی وہ " اوہ تھا ملک ..." وہ تھا ملک " مراد ہے۔ مخطوطے میں " اٹھا ملک " ہے جو موزوں نہیں معلوم ہوتا

[14] ن ب۔ بہوتی بمعنی بہت ہی۔ دھرے (دھریں) بمعنی رکھیں

[15] کذا [16] (ن ب - لی)۔ ندوی نے بھی " لی " ہی پڑھا ہے اور معنی " سخت " لکھے ہیں۔ واللہ اعلم۔

[17] گنج کئی (ن ب)

* لفظ حکم میں ک کو مفتوح پڑھیے: حَکَم۔

۲۱ تنز گھوڑے ہاتھی اتھے بےگنت   دوجے گاؤخانہ، انوں کا نہ انت[18]
۲۲ سبھی شاہان ملک کے اتھے پائینام[19]   سلامی اسے بھیجتے تھے تمام
۲۳ بڑا پہلواں تھا وہ بلقیس شاہ   تکبر، غزوری دھرے سال و ماہ
۲۴ وزیراں اسے[20] ایک سو باعقل   ہر اک مُلک میں وہ جو رکھتے دَخَل[21]
۲۵ اگر قصد رکھ کر وہ نکلے شکار   بر و بحر لرزہ پڑے ہٹار ہٹار
۲۶ غزوری سیں یک دن تَخَت[22] بیٹھ کر   کہا سب منیں ہوں کہ جیئوں* شیر نر
۲۷ کہا کوئی ایسا نہیں در جہاں[23]   مقابل ہوے آکے میرے یہاں

---

۱۸ انتہا شمار۔ حد:
۱۹ کذا (ن ب) "سبھی شاہان ملک کے اتھے پائینام"
سید وقار عظیم صاحب کے خیال میں "پائینام" پائیغام (پیغام) کو بگاڑ کر لکھا گیا ہے — "سبھی شہ ملک اتھے پائنام" (ندوی)

۲۰ اس کے ۲۱ دَ اور خَ کو مفتوح پڑھیئے۔
۲۲ تَ اور خَ کو مفتوح پڑھیئے۔ کذا ۲۳ دنیا میں (ن ب۔ کذا)

*مصرع کا وزن درست رکھنے کے لئے جیئوں کو "جوں" پڑھیے۔

۲۸ وزیراں ہراک دھڑ[۲۴] تھیں بولے تمام — مدینے میں ہیں یک "محمد" بنام
۲۹ ہر جائے دین اپنا ظاہر کریں — صدق سیں ادنوں کا جو کلمہ[۲۵] پڑھیں
۳۰ اگر کوئی ان کوں دیکھے جائے کر — مسلمان ہوکر رہیں[۲۶] شاد کر
۳۱ ہراک ملک کے شاہ دیویں خراج — نہ ڈرتے کسی سے خدا غیر باج[۲۷]
۳۲ ہراک کوئی کہتے ہیں ان کوں رسول — حکم مان دل ساتھ کرتے[۲۸] قبول
۳۳ نہیں جھوٹ بولیں نہ کرتے ستم — روشن مکھ اوپر نور ہے صبح دم
۳۴ سخن[۲۹] یو سنا کافری[۳۰] نابکار — غصے ہو گیا بولیا آشکار

---

۲۴ وزیراں ہراک دھڑ تھیں بولے تمام (ن ب)
وزیراں ہراک دھڑے تھیں بولے تمام (ندوی)
لیکن "دھڑ" "دھڑا" (پنجابی) بمعنی طرف۔ گروہ۔ جماعت درست ہے
بہ حوالہ پلاٹس

۲۵ اصل کتابت "کلماں" — پنجابی میں اسی تلفظ سے مستعمل ہے نیز تمام مخطوطے
میں اس لفظ کی کتابت بدل کر "کلمہ" ہی لکھا گیا ہے۔ "دونوں کا" (نقل ب)

۲۶ اصل مخطوطے میں "دہیں" پڑھا جاتا ہے (ن ب: "رہیں") یہ درست ہے

۲۷ باج (پ) با ہجہ بمعنی سوائے۔ ہرایک کوئی (ن-ب)

۲۸ سات کرتی (ن الف) دل سات کرتے (ن ب) ۲۹ سخن یہ

۳۰ کفر والا — یہاں "کافری" میں "ی" نسبت کی ہے (کافر کا)

۳۵ اگر میری طاعت کریں شے قبول   بھلا ہے وگرنہ ہوئیں گے ملول
۳۶ وزیراں منیں سے بولا اک وزیر   فہم اور فراست منیں تھا گھنبیر
۳۷ ترا نام مشہور ہے روم و شام   دھرے نیت جس پر کرے پائینام[۳۱]
۳۸ (*) کیا قدرت دھرے وے اپس[۳۲] نور پر   غصے جب سو ہو تم رہے ٹھور[۳۳] پر
۳۹ نہ لشکر اونوں پاس نے گنج مال[۳۴]   مقابل کرے آکے تم ساتھ چال
۴۰ فقر اور فاقے بیچ[۳۵] رہتے سدا   فقیراں سیں یک دم نہ ہوتے جدا
۴۱ سواری[۳۶] جیسی وقت ان پر کرو   پکڑ لاویں تمنا[۳۷] کے ہم رو برو
۴۲ یہی بات سن شاہ خوش ہوے کر   حکم کر دیا کوچ کوں زود تر
۴۳ کیا[۳۸] جیتا لشکر اسی کا شمار   فوجاں باندھ کر وہ کھڑے ٹھار ٹھار
۴۴ زرہ بکتراں اور تفنگاں بجتے[۳۹]   دیا باخت[۴۰] لشکر کوں جتے[۴۱] وہ تھے

(*) دھرے نیت - جس چیز کا ارادہ کرے (ن-ب)

۳۱ ماتحت   ۳۲ اپنے   ۳۳ ٹھکانا - جگہ

۳۴ اصل - نہ لشکر انوں پاسس ہے گنج مال (ن ب - کذا) تصحیح قیاسی

۳۵ بیچ بروزن "وچ" (پ) بمعنی میں - اندر

۳۶ کذا (ن ب)   ۳۷ تمہارے   ۳۸ اصل کتابت - کیسا

۳۹ جتنے   ۴۰ دیا بانٹ (ن ب)   ۴۱ جیتے (ن ب)

۴۵ حکم کر دیا پیش خانہ چلا   سپاہ دینا[۴۲] ہمراہ ساتھی[۴۳] ملا
۴۶ خدا نے حکم دیتا جبریل پاس   جتاؤ مرے دوست کوں جا کے داس[۴۴]
۴۷ بولا یا محمدؐ! خدا نے سلام   کہا ہے تمن[۴۵] ساتھ بولوں کلام
۴۸ یکے شاہ تم پر آوے کبر و مال   چاہے ملک تمنا کرے پائمال
۴۹ کہ شش ماہ اس جائے سیتیں ہے راہ   کیا قصد لشکر لے کر ساتھ جاہ
۵۰ تمن جاؤ تنہا اسی جاے پر   نہ آفت آوے اس شہر کے اوپر
۵۱ عرض[۴۶] کی نبی نے وہ ہے جائے دور   جاؤں کیوں کر اس پاس ہے گا وہ دور
۵۲ نبی کوں فرشتے نے حق کے حکم[۴۷]   بٹھایا[۴۸] بازو پر، چلا دم بہ دم
۵۳ یکے چاہ تھا اس شہر کے کنار   پانی[۴۹] جاوے شاہی محل بیچ ٹھار
۵۴ یکے باغ اس محل میں خوب تر   پانی جاوے شاہی محل بیچ بھر[۵۰]

---

۴۲ دیا (ب)   ۴۳ اصل: ساقی   ۴۴ نوکر۔ خدمت گار
۴۵ تم   ۴۶ ع اور ر "مفتوح" پڑھیے!
۴۷ ح مضموم کہ مفتوح پڑھیے! مصرع درست ہو جائے گا۔
۴۸ اصل: بیٹھایا   ۴۹ اصل میں یہ لفظ "پائے" پڑھا جاتا ہے۔ (کذا۔ ن ب)
۵۰ نہر (نقل ب) — یہ قرین قیاس بھی ہے

۵۵ تبیؔ جا کھڑے ہوئے اس چاہ پر وزیر ایک نکلا اسی راہ پر
۵۶ کھڑا ہے یکے مرد" عربی لباس" مشک بوئے عنبر آوے ان کے پاس
۵۷ پوچھا، کون تم ہو، کہو شاہ دیں ! دیکھوں با تجمل سے ثابت یقیں
۵۸ کہا، میں مدینے میں رہناج[۵۱] ہوں یہی بات سچ مان، کہتاج[۵۲] ہوں
۵۹ سنا ہوں، مدینے میں ہے یک نبی خدا نے جو محبوب کیتا[۵۳] سبھی
۶۰ خدا نے حسن* بہوت[۵۴] دیتا جمال نہ ویسا کوئی درجہاں خوش خصال
۶۱ ہر اک طرف مشہور[۵۵] ہے ان کا[۵۶] نام خدا کے نبیؐ خلق کہتی تمام
۶۲ ہمارے شہنشا[ہ] کہیا[۵۷] یوں مجھی[۵۸] پکڑ لاؤں میں یوں اسی کوں ابھی

---

۵۱ رہنے والا ہوں (دکنی)

۵۲ کہتا ہوں (دکنی) ۵۳ سب سے کیا ۵۴ بہت

۵۵ طرف کی "ط" کو ساکن پڑھیے !

۵۶ اس کا نام (ن ب) ۵۷ کہا

۵۸ اصل میں "مجھی" پڑھا جاتا ہے لیکن نسخہ میں "سبھی" لکھا ہے۔

* صحیح تلفظ حُسْن ہے لیکن اس مصرع میں حُسَن (س کو مفتوح) پڑھا جائے گا۔

۶۳ کہا" وہ محمدؐ " مجھی کو پچھان — کہ[59] جن کے لیے تیں نے تعریف مان

۶۴ وزیر ایہہ[60] سخن سن، گیا فکر میں — کہا کیوں دیو[61]، جیو ناحق تمہیں

۶۵ مرا شاہ سنے گا، کرے سر جدا — ایسا پھر نہ بولو نز بہر خدا

۶۶ نہیں جھوٹ بولا ساری عمر میں — نہ مانے تو پھر جا کے دیکھو تیں[62]

۶۷ محمدؐ میرا نام ہے گا رسول — قسم ہے خدا کی، کرو تم قبول

۶۸ سخن یو جو[63] سن کر ہوا خوش وزیر — نگہبانی کرنے لگا بے نظیر

۶۹ نوشتہ بھیجا شاہ کو کر جتن — عرب ایک کہتا " محمدؐ " ہمن

۷۰ یہ سن آیا[64] شاہ وہاں دوڑ کر — لگا پوچھنے بات خوش ہوے کر

---

[59] ن۔ الف۔ ب۔ کذا : ندوی صاحب نے مصرع اس طرح لکھا ہے :
(کہ جن کے لیے (کئے ؟) تیں نے تعریف مان۔
[60] یہ (پ)، نقل ب میں "یہ" کتابت ہے۔
[61] خواہ مخواہ تم کیوں "جان" دیتے ہو۔ ("جئو" (ہندی) جی۔ ردج۔ جان)
[62] تمہیں۔ تم ہی۔ تم خود دیکھ لو۔ [63] یہ
[64] یہ سن کر" آیا شاہ وہاں دوڑ کر (ن ب) اصل میں "کر" کتابت سے رہ گیا ہے۔ ندوی صاحب نے بھی اضافہ کیا ہے۔

۱۔ کہو نام اپنا، اے مسکیں[۶۵] گدا! ‏ ‏ ‏ ‏ کہا "میں محمد ہوں" قسم خدا
۲۔ سنا ہے خبر[۶۶] میں، ہر ایک ملک میں ‏ ‏ ‏ ‏ ڈریں شاہ تھرتھر، نہ آنند[۶۷] میں
۳۔ اسی کی جو دہشت مجھے تھی بڑی ‏ ‏ ‏ ‏ نہ سکھ سیج سویا، نہ کھا[یا][۶۸] کبھی
۴۔ اگر تم کہو، میں ہوں[۶۹] "احمد رسول" ‏ ‏ ‏ ‏ دکھیوں معجزہ میں، کروں سب قبول
۵۔ نہیں، تیرے پرزے کروں گا جدا ‏ ‏ ‏ ‏ محمد تب[۷۰] زاری کریں، از خدا
۶۔ نبی خاک لے، پڑھ اسی پر درود ‏ ‏ ‏ ‏ پانی پر ڈالی، دکھیتے شہ کے زود[۷۱]

---

۶۵ ندوی صاحب "مسکیں گدا" کی ترکیب سے مطمئن نہیں۔

۶۶ نقل تب میں "خبر"۔ "ت" کے نیچے دو نقطے پڑھے جاتے ہیں۔ ندوی صاحب نے بھی (خبر/ خیبر ؟) لکھا ہے۔

۶۷ "مقصد یہ ہے کہ" بادشاہ تیرے رعب سے تھرتھر کانپتے ہیں اور تیرے خوف کے سبب کسی کو سکون نہیں۔

۶۸ کھایا (ن ب)

۶۹ اصل "نہیں ہوں۔ غلطی کتابت (ن ب ۔ میں ہوں) لیکن قرین قیاس "نہیں ہوں" ہے۔

۷۰ تب کی "ب" وزن سے خارج معلوم ہوتی ہے۔

۷۱ بانی پر ڈالی دکھیتے شاہ زود (ن ب) لیکن ندوی صاحب نے مصرع اس طرح بدل دیا ہے۔ "بنی پر ڈلی دکھیتے شہ کے زود" طبع شدہ "زود" پڑھا جاتا ہے ۔۔ مصرع اسی طرح درست ہوگا

۷ وھی نہر پانی چلا باغ میں — جاں[۴۲] بیٹی بیٹھی شہ کی اس ٹھار میں
۸ تماشا جو دیکھے اسی باغ کا — بہوت پھول اور میوے گل نار [کا][۴۳]
۹ ہر[۴۴] اک جنس کے پھول گلنار تھے — شجر میوے کے وھاں سوں سب بھار تھے

---

۴۲ جاں بمعنی جہاں
نقل تب میں مصرع اس طرح لکھا ہے: "جاں بیٹی بیٹھی شاہ کی اس ٹھار میں"
(اس مصرع کے لفظ "بیٹھی" کی "ی" خارج از وزن ہے اگر "ی" کو حذف
کردیا جائے تو مصرع باوزن ہو جاتا ہے۔ جیسے:
"جاں بیٹی بیٹھ شہ کی اس ٹھار میں" —

۴۳ بہت پھول اور میوے گلزار کا (ن ب)
بنیادی نسخے میں "کا" کتابت سے رہ گیا ہے۔ نیز یہ "گل عنار"
(گل انار) بھی پڑھا جا سکتا ہے۔ کاتب نے املا غلط لکھا ہے۔
"گل نار" درست ہوگا۔

۴۴ ہر ایک جنس کے پھول گلزار تھے — شجر میوے کے وہاں سو سب ٹھار تھے (ن۔ب)
ہر اک جنس کے پھول گلزار تھے — شجر میوے کے دھاں سوں جھاڑ تھے (ندوی صاحب)
ہر اک جنس کے پھول گلزار تھے — شجر میوے کے وہاں سوں سب جہار تھے (اصل مخطوطہ)
قافیہ "بھار" بمعنی لدا ہوا۔ بوجھ والا۔ بوجھ — تصحیح قیاسی

۸۰ یکے جھاڑ[۷۵] آنار اس جائے تھا — دو پھل اس کو ہر سال واں آوتا

۸۱ یک آنار کھاتا، وہ شاہ گھنبیر — دوجا کھاتی بیٹی جو وہ بے نظیر

۸۲ نہ ویسا کوئی پھل ہوے درجہاں — چہل روز لذّت رہے دردہاں

۸۳ کہ خشک ہوے کر وہ رہا تھا انار — سبب اس کے دختر کا دل خار خار

۸۴ وہ پانی جھبڑا اس کی میں جو آئیا — *سبز ہوکے آنار پھل لائیا

۸۵ گھڑے[۷۶] مثل آنار لاگے تبھی — اسے دیکھ دختر عجب ہو رہی

۸۶ کہ آنار یک ہاتھ سے توڑیا — کھایا، کئی طرح کی لذت پائیا

۸۷ حمل اس کوں اس وقت رہ کر گیا — یکے لمحہ، نو ماہ پورا بھیا

۸۸ لگی لوٹنے بر زمیں، درد سخت[۷۷] — لگی رونے وہ عورتِ نیک بخت

۸۹ خبر سب کہیں دوڑ جا دم بہ دم — تری بیٹی پل میں ہوئی دررحم[۷۸]

---

۷۵ درخت۔

" سبز ہوکہ " (اصل مخطوطہ) — سبز ہوکہ (کے ؟) (ندوی)

۷۶ گھڑے کے مثل (بنیادی نسخہ) (ن۔ب۔کذا)

۷۷ بنیادی نسخے میں " درسخت " ۔ لیکن نسخہ ب میں " دردسخت " ہی نقل کیا گیا ہے ۔ ندوی صاحب نے بھی دردسخت ہی نقل کیا ہے۔

۷۸ حاملہ ہوگئی۔

۹۰ خبر شاہ سن کر جو نکلا بہار[۷۹] ۔۔۔ دیکھے سبیں بیٹی کوں ہوا بے قرار
۹۱ تفکر کیا، دیکھتے اسے خدا ۔۔۔ مری بیٹی کوں یو دیا کیا بلا
۹۲ کہ اک سال کا طفل در محل میں ۔۔۔ نہ آنے دیوے یو سو کیوں خلل میں[۸۰]
۹۳ دیکھے عورتاں، آپ پکڑا اشکم ۔۔۔ کہا، باپ! یو دیکھ کیا ہے ستم
۹۴ پلک[۸۱] میں وہ لڑکا سو پیدا ہوا ۔۔۔ آنگے[۸۲] سب خلق کے ہویدا ہوا
۹۵ کہ بوڑھا ہوا وہ، ادسی پل گھڑی ۔۔۔ دیکھے کیا، دھرا ہے تخت یک زری[۸۳]
۹۶ بیٹھا تخت پر آئے کر دل قرار ۔۔۔ لگا وعظ کہنے، نصیحت پکار
۹۷ کہا، سن اے بلقیس، کچھ فہم کر ۔۔۔ دل و جاں سیں یو جو کلمہ سو پڑھ

---

۷۹ باہر (د ۔ ق ۔ پ)۔
۸۰ یہ شعر ساقط الوزن ہے (ن ۔ ب ۔ ج ۔ کذا)
۸۱ بنیادی نسخے میں "ملک" پڑھا جاتا ہے ۔ نسخہ ب میں "تنک" ۔ اور ندوی صاحب نے "تلک" لکھا ہے ۔ لیکن کمپوزیٹر کی غلطی سے "تنک" کے نون کا نقطہ نون کے پیوند سے مل کر "تلک" بن گیا ۔ راقم الحروف کے خیال میں یہ لفظ "پلک" زیادہ مناسب اور برمحل ہے ۔ "پلک میں وہ لڑکا سو پیدا ہوا" "تنک" بھی درست ہو سکتا ہے ۔ واللہ اعلم
۸۲ آنگے بمعنی آگے ۔ (فارسی ترجمہ : ندوی صاحب) پیش ہم خلق ہویدا شد
۸۳ زریں تخت

۹۸ کہ کلمہ[84] پڑھے توں جو ہوئے نجات — نوں جنت کوں دیکھے نبی کے جو سات[85]

۹۹ "محمدؐ" نبی کوں جو پیدا کیا — سبھی خلق کوں ان پہ[86] شیدا کیا

۱۰۰ سبھوں پر محمدؐ جو ہیں، نامدار — کہ یو دین ان کا، صحیح[87] پائدار

۱۰۱ بغیر از اُنوں کے سبھی جھوٹ ھے — کہ سچ مان یو بات، نئیں جھوٹ ھے

۱۰۲ تعجب نہ کر، خیال یو دیکھ توں — یو دیکھ، معجزہ ھے "نبی" شاہ کوں[88]

۱۰۳ قدم جا کے اب توں نبی کے جو پڑ — کہ توں لا محمدؐ کوں اپنے جو گھر[89]

۱۰۴ نبی کے قدم اوپر سر راکھ توں — وگرنہ دوزخ بیچ[90] ھوے راکھ توں

۱۰۵ لاو[91] جا، کھڑے ہیں وہ خیر البشر — محل اپنے کے بیچ، داخل توں کر

---

۸۴ اصل "کلماں"

۸۵ ساتھ

۸۶ پہ (پہ — دِلّی میں اب تک مستعمل ہے)

۸۷ نسخہ ت میں "سہی" نقل کرکے حاشیے پر "صحی" بمعنی صحیح لکھا ہے۔ یہ بھی سہوِ کاتب ہے۔ مخطوطہ اور ندوی نے "صحی" ہی املا لکھا ہے۔

۸۸ یہ دیکھ لے کہ یہ معجزہ نبی نے بادشاہ کو دکھایا ہے۔

۸۹ اصل گھڑ — نسخہ ت۔ گھر (گہر)   ۹۰ خاک

۹۱ جا کر لے آ (ندوی) یہ شعر نقل ت مخطوطہ یکتا میں شامل نہیں (سہو)

۱۰۶ یقیں ہیں محمدؐ، وہ آخر زماں   میں ہوں معجزہ دیکھ، ان کا عیاں

۱۰۷ قدم راکھ ثابت، اسی دین میں   نبی [۹۲]عیسیٰ کی میں ہوں اولاد میں

۱۰۸ [۹۳]خدا کے حکم سیں کیا ہیں صدا   نبی ہیں وہی دوست، خاص خدا

۱۰۹ یہی سن جو دختر، اٹھی بول کر   کہ اے باپ! اس بات پر سوز کر

۱۱۰ محبّت سیں سر راکھ، جا بر قدم   لے کر آؤ [۹۴]محل دیکھوں دم بدم

۱۱۱ ادنو پانوں تل لے کر[۹۵] ہم جو دھول   کریں سرمہ آنکھوں میں، ہو یں قبول

۱۱۲ مسلماں میں ہوں جو دل جان سیں   کنیزک [۹۶]اونوں کی [میں] ایمان سیں

۱۱۳ یہی بات سن کر، وہی نیک نام   قدم جا پڑا، اور کہا، میں غلام

---

۹۲ ندوی صاحب نے اس مصرع کے آگے سوالیہ نشان بنادیا ہے (؟)
ن تب: کذا۔ مخطوطہ الف اور ن۔ ج "عیسیٰ کے"

۹۳ خدا کے حکم سیں کیا ہیں پیدا (ن۔ ب) اصل "سدا" (سدا۔ صدا؟ ندوی صاحب)

۹۴ کذا   ۹۵ تلے کی (تلوے کی) انوں پاؤں تل (کی) لے کر جو دھول (ندوی)

۹۶ اصل میں لفظ "میں" کتابت سے رہ گیا ہے جو اضافہ کیا گیا ہے ندوی صاحب اور ن۔ تب میں "میں" لکھا گیا ہے۔ نیز دونوں نقلوں میں "انوں کی" بجائے "ونوں کی" نقل کیا گیا ہے، حالانکہ اصل میں "انوں کی" ہے۔

١١٤ نبی بولے جا محل میں ستر کر — کہا شاہ! تم سیں رکھیں نا خطر

١١٥ غلاماں[٩٧] میں ہوئی کنیزک جتی — تمن نام لیتی ہیں سب دل ستیں[٩٨] د

١١٦ ہمن ساروں کوں دین اپنے میں لیو — خدا ستیں بخشاؤ، جنّت دلیو

١١٧ محمّد کو دیکھے سبھوں آؤتے — خوشی ہو گئے[٩٩] دل میں صدق لاؤتے

١١٨ وہ بوڑھا بیٹھا [تخت][١٠٠] سیں جو اُتر — زمیں پر کھڑا اور رہ ہتھ[١٠١] جوڑ کر

١١٩ نبی کو بٹھائے تخت کے اوپر — شکرِ حق کیا، اور خوش ہوئے کر

١٢٠ بوڑھا مر گیا سب خلق دیکھتے[١٠٢] — اُسے دیکھ افسوس سب کھاؤتے

١٢١ جنازا بنا کر دفن جب کیا — نبی کی رضا بیچ دل کوں دیا

١٢٢ کہا کلمہ خوش ہو صدق لائے کر — ہوئے[١٠٣] لکھ[١٠٤] مسلماں اُسی وقت پر

---

٩٧ غلاماں میں ہور کنیزک جتے۔ (ن ب) ٩٨ ستے (ن ب)

٩٩ ہو کر (ندوی) غالباً کمپوزنگ کی غلطی سے "کر" طباعت ہوا ہے

١٠٠ نسخہ الف میں سہوِ کاتب — نسخہ ب میں "تخت" لکھا ہے۔ ندوی صاحب نے بھی شامل کیا ہے۔

١٠١ ہاتھ (نسخہ ب: املا "ہت")

١٠٢ اصل "اور" ن ب۔ کذا — (ندوی صاحب) دیکھنی۔ کھاؤتی۔ قافیہ

١٠٣ ہوئے کل مسلمان اُوس وقت پر (نسخہ ب) (ن ج۔ کذا)

١٠٤ لاکھ

۱۷۳ ثنایاں خدا کی، لگے بولنے   یہ صنعتاں[105] نبی[106] کی لگے کھولنے

۱۷۴ یکے سال کا شاہ لایا خراج   گھوڑے، فیل، شتراں، تخت، مال، تاج

۱۷۵ کیئے پیشوائی بہ نزدِ رسول   ہر اک سال اخراج کیتے قبول

۱۷۶ کہ بلقیس بولیا، نبی الکبار!   یو دختر مری کوں کرو اختیار[107]

۱۷۷ تمہاری کنیزاں میں داخل ہوئی   ثواباں[108] حشر کوں تمو سیں جوئی[109]

۱۷۸ صحابی[110] یکے، صادق نام تھا   کیا عقد دختر کا ان کی پڑھا

۱۷۹ نبی نے دیا بہونت سرپا[111] و زر   خوش حالی ہوئی سب محالس بھیتر[112]

---

105 یہی صنعتاں نبی کی لگے کھولنے (ن ب) اصل میں بھی املا ہے۔

106 جمع صنعت (پ۔ دکنی۔ د۔ ق)   107 محاورہ ہے۔

108 نسخہ الف میں "ثواباں" کا املا غلطیِ کاتب سے "صواباں" لکھا ہے۔
نسخہ ب میں بھی "صواباں" ہی ہے۔

109 ندوی صاحب نے "جوئے" بجوید کا ترجمہ لکھا ہے لیکن "جستن" ڈھونڈنے
سے "جوئی" بنایا گیا ہے، جیسے عیب جوئی۔

110 اصل اور نسخہ ب میں "اصحابی" ہے لیکن "الف" وزن سے گر رہا ہے لہٰذا
"صحابی" نقل کیا گیا۔

111 سر سے پیر تک زیور (ن ج)   بہت سا مال و زر

112 بھیتر: اندر (د ق)

۱۳۰ اسی دختری کا انتھا[۱۱۳] باپ شاہ — کہ صادق کوں منصب دیا اور جاہ

۱۳۱ اسی کی جو اولاد اور آل سیں — پانصدتن[۱۱۴] ہوئے پیدا در حال سیں

۱۳۲ نبی کے سبھی معجزے کا بیان — فکر سیں ہندی بیچ لایا پچھان

۱۳۳ بَرَکَتْ[۱۱۵] اسی معجزے کا خدا — بہ بخشاؤ[۱۱۶] دنی دین میں مجھ سدا

۱۳۴ سخاوت کی مجھ کوں تو توفیق کر — گناہاں[۱۱۷] محبت سیں سب دور کر

۱۳۵ میں بندہ گنہ گار ہوں "اسمٰعیل"[۱۱۸] — ز برکت نبی بخشنے ربّ الجلیل

۱۳۶ دعا[۱۱۹] دے مجھے پڑھ اسے کر تمام — خدا بخشنے برکت نبی کی مدام

---

[۱۱۳] تھا [۱۱۴] کذا

[۱۱۵] کَ کو مُشدّد پڑھیے

[۱۱۶] (ن ب - کذا) بخشاؤ دنی دین میں مجھ سدا (ن - ج)

[۱۱۷] گناہان رحمت سیں سب دور کر (ن ب) گناہان کے "نون" کو نقطہ کے ساتھ پڑھا جائے، تب مصرع درست ہو سکتا ہے ورنہ ساقط الوزن ہو جائے گا — خیال ہے کہ یہاں "محبّت" نسخہ بنیادی کا متن درست ہے ——

[۱۱۸] مقطع (تخلّص: اسمٰعیل)

[۱۱۹] دعا کر مجھے ....الخ (نسخہ ب)

۱۳۷ یہ[۱۲۰] برکت جتنے یار ھیں گے رسول اونوں کی بَرَکت سبیں کرنا قبول
۱۳۸ جتنے اولیا اور ہیں غوث پیر بَرَکّت سبیں ان کی سو کرنا کبیر
۱۳۹ جتنے اُمّتی ہیں، نبی مصطفا بَرَکّت اُن کی سبیں دل کر صفا
۱۴۰ کہ ھے امروہا[۱۲۱] شہر، میرا وطن جو دِلّی[۱۲۲] کے نزدیک ھے، با امن
۱۴۱ لکھا معجزہ اس سبب میں جو پھر پڑھے فاتحہ کوئی میرے [اُپر][۱۲۳]
۱۴۲ یو تیری دعا حق کرے گا قبول کہ دن حشر کے مجھ[۱۲۴] نہ کرنا ملول
۱۴۳ کہ خیرات دیوے نبی نام پر وہ خیرات ہوئے [خدا][۱۲۵] راہ پر

---

۱۲۰ اصل "بہ"
۱۲۱ اصل - امروہاں - سہوِ کاتب ۱۲۲ اصل - دِلّی - سہوِ کاتب (ن ب - دِلّی)
۱۲۳ اصل : ندارد
مخطوطے کے حاشیے پر نجیب اشرف ندوی مرحوم نے بہ ذات خود مطابقت کے وقت "اوپر" لکھ کر دستخط کر دیئے تھے۔
۱۲۴ مجھ بمعنی مجھے۔
۱۲۵ ندوی صاحب نے میرے مخطوطے پر بھی "سَدا" لکھ کر خلا کو پُر کر دیا تھا اور، طباعت میں بھی "سَدا" ہی چھپا ہے۔ حالانکہ میں نے زبانی بھی عرض کیا تھا کہ مصرع مہمل ہو گیا ہے۔ نسخہ تب میں "خدا" لکھا ہوا ہے، جو درست ہے — (نقوی)

۱۴۴ یکس کے ستر عاقبت پائے گا[۱۲٦] بہشتوں میں جاکر ثمر کھائے گا

[سنِ[۱۲۷] تصنیف، تعدادِ اشعار، سلام اور دُعا]

۱۴۵ سخاوت کرو اور کلمہ پڑھو! اسی کے سبب ٹھار[۱۲۸] جنت کرو

---

۱۲٦ یکس بمعنی ایک (دکنی)، اور عاقبت بمعنی ثواب (دِلّی کے گرد و نواح میں اب بھی مستعمل ہے)۔ مصرعے کا مطلب یہ ہے کہ اگر تو میرے حق میں دعا کرے گا تو حشر کے دن خدا تجھے اس ایک نیکی کا ستر گنا ثواب عطا فرمائے گا ———— (عاقبت کے معنی "آخرت" کے ہیں۔ لفظ عاقبت کہیں بھی ثواب کے معنی میں استعمال نہیں ہوتا۔ مثال کے طور پر یہ فقرہ: "ماں باپ کی خدمت کرو، تمہاری عاقبت سنور جائے گی۔" یا "دَہ دنیا ستر عقبیٰ"۔ یعنی ایک نیکی کا بدلہ دس گُنا دُنیا میں اور ستر گنا عقبیٰ یا آخرت میں ملے گا۔ عاقبت، عقبیٰ ہی سے بنا ہے۔ مصنّف مثنوی کے پیشِ نظر بھی یہی فرمانِ قدسی تھا اور انہوں نے "ایک کے بدلے دس دنیا میں اور ستر عقبیٰ میں" کے دوسرے حصہ کو نظم کر لیا۔

۱۲۷ اصل مثنوی یہاں ختم ہو گئی، جیسا کہ مصنّف نے آگے خود اظہار کیا ہے کہ اس مثنوی میں ایک سو چوالیس اشعار ہیں، گویا اگلے چاروں اشعار دعائیہ ہیں، مصنّف نے ان کو اصل معجزے کے اشعار سے علیحدہ رکھا ہے۔

۱۲۸ ٹ ب۔ تیار، تؔ اور تؔ مفتوح پڑھیے!

۱۴۶ کہیاں بیتا[ں] [۱۲۹] یک سو اور چالیس چار — نبی مُعجزے کا اسی میں بچار

۱۴۷ گیارہ سو اوپر بیست سن تھے نبی [۱۳۰] — اسی روز قصہ کہا میں سبھی

۱۴۸ پڑھو کلمہ سب مل نبی کے جو نام
زبرکت محمد علیہ السّلام

نمت تمام شد [۱۳۱]

---

[۱۲۹] (ل ۔ ج ۔ کہیا بیتاں ۔۔۔۔۔ الخ)
لیکن نسخۂ "ب" میں یہ شعر اس طرح نقل ہے ۔ واللہ اعلم :
کہیا بیتاں یک سو و چالیس آٹ — نبی معجزے کا اسی میں ہے پاٹ
ہو سکتا ہے کہ یہ شعر بعد میں کہا گیا ہو لیکن مثنوی کی ابتدائی تحریر میں "مصححۂ مصنّف" نہیں لکھا ہوا لہٰذا قرین قیاس یہ ہے کہ مندرجہ شعر کسی نے بعد میں کہہ کر شامل کر دیا، تا کہ مثنوی کے اشعار کی تعداد پوری کر دی جائے ۔ موجودہ مخطوطہ راقم الحروف کے مخطوطے سے نقل کیا گیا ہے اس لیے کہ اس میں "رقمہ الیاس" لکھا ہوا ہے اور اگر یہ نسخہ مصنّف کی نظر سے گزرتا تو جو "مثنوی" تو لدنا مربی بی کی نقل سے پہلے "مصححۂ مصنّف" لکھا ہوا ہے، وہ اس میں بھی شامل ہوتا ۔ لہٰذا یہ شعر بعد میں کسی نے شامل کر دیا ۔ ویسے بھی مندرجہ شعر کا اسلوب بتاتا ہے کہ یہ کسی دوسرے کا کہا ہوا ہے ۔ (مرتّب)

[۱۳۰] سنہ ۱۱۲۰ھ مطابق سنہ ۱۷۰۸ء : سال تصنیف مثنوی ہذا

[۱۳۱] اصل نسخہ (کذا)

۱۳۴ سخاوت کے مجکو نہ تو فوتی کر ۔ گنا ہان محبت ہیں سب دور کر

۱۳۵ ہیں بندہ گنہ گار دھون اسمٰعیل ۔ ز برکت نبی بخشے رب الجلیل

۱۳۶ دعا کر مجے بہر اسی کر تمام ۔ خدا بخشے برکت نبی کے مدام

۱۳۷ یہ برکت جیتے یار ھینگے دلوں کی ۔ اُونوںکی برکت سیں کرنا قبول

۱۳۸ جیتے اولیا اور ھیں غوث پیر ۔ برکت سیں اُنکی سو کرنا کبیر

۱۳۹ جیتے اُستی ھیں نبی مصطفٰی ۔ برکت اونوںکی دلکر رہی صفا

۱۴۰ کہ جیتنے وھان شہر میرا وطن ۔ جو دیتی یہ نزدیک سیجے باتن

۱۴۱ لکھا مجتر اس سبب سیں جو ھم ۔ پہر ہیں فاتحہ کوئی ہدیہ

۱۴۲ لیو تیسرے دعا حق کریگا قبول ۔ کہ دن حشر کے مجہ نہ کرنا ملول

۱۴۳ کہ خیرات دیوے نبیے نام پر ۔ وہ خیرات ہوو سب راہ پر

جو یکسیں کی سنے عاقبت پائیگا ۔ بہشتوں میں جا کر شہر کھا ئیگا

۱۴۵ سخاوت کرو اور کلمہ پڑھو ۔ اُو سیکے سبب تم راحت کرو

۱۴۶ کہیا ن بیتا ایک سو اور چالیس چار ۔ نبی معجزہ کا اسے ہیں سب چار

۱۴۷ گیارہ سو اُوپر بیست سن تھے نبی ۔ اوسے روز قصہ کیا ہیں سبی

۱۴۸ پہنچو کلمہ سب ملی نبی کے جو نام ۔ ز برکت محمد علیہ السلام

فرہنگ
مثنویاتِ اسمٰعیل
(الفاظ قدیم)

❖

موجودہ فرہنگ کا مقصد، زیرِ نظر مثنویات کے مشمولہ الفاظ کے ماخذ پیش کرنا ہے، محض معانی ہی کا بتانا مقصود نہیں، لہٰذا ایسے تمام الفاظ لکھ دیے گئے ہیں جن کا سرچشمہ دِلّی کی کھڑی بولی، دکنی اور پنجابی زبانیں تھیں یا عہدِ حاضرہ میں ہیں —

❖

اشارات

اُردو	الف
بولی	ب
پنجابی	پ
دِلّی	د
عربی	ع
فارسی	ف
قدیم	ق
مُرکّب	مر
ہندی	ہ
نسخہ اور نقل	ن

فرہنگ

الف

آنکیاں، (دکنی) آنکھیں

آنگے، (د-ق) آگے

آنندمیں، (ہ) خوشی میں

آوتا-آوتے، (د-ق) آتا-آتے

آیا، (د-ق) آیا

آئےکر، (د-ق) آکر

ابریق، (ف) مشک-صراحی

ابہے-ابھے، ابھی

آپ، (ہ-پ) آپ-خود

آپس (پ) اپنا-اپنے-اپنی

اتھا-اتھے-اتھی (ق-د) تھا-تھے
تھی۔

اِتھے، (پ) یہاں

اُتھے، (پ) وہاں-اُس طرف

اُٹ، (د-ق-پ) اُٹھ

اٹنیاں، (د-ق) اوٹنیاں

اٹھالینا، (پ-دکنی) اُٹھالیا

اچھے، (ق-دکنی) اچھی طرح-اچھے

اخراج، خراج-محصول

اِدر، (پ) ادھر-یہاں

اڑاوتے، (د-ق) اُڑاتے

اسی چے، (دکنی) اسی سے

اسیکاچ، (دکنی) اسی کا ہی (اسی کا)

اما، امّاں-ماں (مخفف)

اماماں، (دکنی-پ) امام کی جمع

اموَل، (ہ) لاجواب۔قیمتی
انت، (ہ) آخر۔انتہا
انجو، (د۔ق۔دکنی) آنسو
اندھو، (قدیم املا) اندوہ۔غم
اُنو، (پ) اُن۔اُنھوں
انوپ، (پ۔ہ) بے شمار۔لاتعداد
او، (پوربی۔پ) وہ
اِحد۔ایہہ، (پ) یہ
اھی، (پ) یہی
اھے تھے، (پ۔د۔ق) ہے
اسے بعد، اس کے بعد
ایتا، (د۔ق) اتنا
ایتال، (دکنی) اب
ایچال، اس وقت

ب

باج، (پ) بغیر۔سوائے
بچیہ، (پ۔د۔ق) بیچ
بچار، (ہ۔دیچار) خیال۔فکر۔انحصار
بری، (قدیم املا) بڑی
بکس، (دکنی) ایک
بکس کے بکس، (دکنی) ایک کا ایک۔ایک دوسرے کا۔
بکھان، (د۔ق) بیان کرنا
بندھے، (قدیم املا) بندے
بوجھا، (د۔ق۔ہ) پوچھا۔سوچا۔خیال کیا۔
بوچھار، (ہ) زیادتی۔یورش
بولوں، (دکنی) کہوں
بولیا، (د۔ق۔دکنی) بولا
بُہتری، (د) بہتیری، بہت سی۔زیادتی
بہوت، (قدیم املا) بہت
بیسے، (دکنی) سے
بہوتری، (ق۔د) بہت سی، بہتیری۔زیادہ
بہتیری، (د۔ق) بہت سی۔بہت
بھار، (ہ۔د۔ق) بوجھ
بہار، (پ) باہر
بھتر، (د۔ق) بھیتر۔اندر
بھجی، (د۔ق) بھیجی

بھریا، (د-ق) بھرا
بھریاچ، (دکنی) بھرا ہوا
بھک، بھوک
بھوت-بہوت، (قدیم املا) بہت
بھونت، (د-ق) بہت
بھُوتک، (پ) معلوم کرکے-بُوجھ کر
بھُوتک، (د-ق) بھُوک
بھیا، (پوربی) ہوا
بھیجیا، (د-ق) بھیجا
بی، (ق-ا) بھی
بیتیاں، (پ-دکنی) جمع بیت کی-اشعار
بیتی، (ق-ا) بیٹی
بیچہ، (ق-ا) بیچ

پ

پائتام، (دکنی-پ) ماتحت-فرماں بردار غلام-
پائیا، (د-ق-دکنی-پوربی) پاپا-پائی
پچھان، (پ-د-ق) پہچان
پڑ-پڑو-پڑیں، (ق-املا) پڑھ پڑھو-پڑھیں-
پڑسے، (ق-املا) پڑے
پکر، (ق-ا) پکڑ
پُنچیا، (ق-د) پہنچا
پوراتا ہے، (د-ق) پورا کرتا ہے
پورانا، (ق-ا) پرانا
پہر، (د-ق) پہن
پہرایا-پہروں، (د-ق) پہنایا-پہنوں-
پہیے، (د-ق) پہنے
پیڑھی، پڑھی
پیڑھا-پیڑھے، (د-ق) پڑھا-پڑھے-
پیے، (د-ق) پر
پیش خانہ، (ف) ہراول-آگے والا-اگلا
پیک، پیغام بر

ت

تائیں، (د-ق) تک
تبروت، (دکنی) ادھر

تبھی ، (د۔ق) اسی وقت ، تب ہی
تجے۔تیجے۔تیجی ، (پ) تیرے
ترت ، (د۔ق) فوراً۔اسی وقت۔
تراس ، (پ) پیاسا ، پیاس ، محتاج
تروت ، (دکنی۔دلی۔ترت۔ترنت)
فوراً۔اسی وقت۔
ترودر ، (پ) غصّہ
تَل ، (ہ۔پ) تلے۔نیچے
تِل ، (ہ) ذرا سا۔لمحہ برابر
تمن ، (د۔ق۔دکنی) تمھارا
تمنا ، (دکنی) تمھارا۔آپ کا۔
تمھارے۔تم نے۔
تمو ، (د۔ق) تم۔آپ
تُننے ، (د۔ق) تونے (مخفف)
توپان ، (دکنی) توپ کی جمع
توڑیاں ، (پ۔دکنی) توڑا
توں ، تو
توجییں۔توئیں۔توئی ، تو ہی
تھے۔تے ، (پ) سے

تے ، (پ) سے
تی ، (پ) کی
تیَں ، (د۔ق) تو
تیں نو ، (پ) تونے

ٹ

ٹھار ، (ہ) جگہ
ٹھور ، (پ۔د۔ق) جگہ

ج

جائے ، (ف۔جا) جگہ
جائے کر ، (د۔ق) جاکر
جُبّا۔جبھہ ، پیراہن۔کُرتا
جتی۔جتے۔جیتی۔جیتے ، (د۔ق)
جتنی۔وہی۔ہراک ، جتنے۔جتّے۔سب۔
جد ، (د۔پ) جب
جدھی ، (د۔ق۔پ) جب ہی
جو ، (ف) جوں۔مثل۔مانند
جو ، (ب) ہے

جوئے ، (ف) : تلاش کرنا۔ڈھونڈنا
جھاڑ ، (د-ق-پ) درخت
جھڑ ، (د-ق) جڑ
جھلکار ، (پ) شعاع-نور-روشنی
(د) جھلک
جھوت ، (ق-املا) جھوٹ
جھور-جھور ، (د-ق) جھوڑ
جھومک ، روشنی
جیدھر ، (د-پ) جس طرف-جدھر
جیو ، (ھ) جی-جان-رُوح
جیوں ، (د) جیسے-ویسے-
جیسا-ویسا-

چ

چاکھنا ، (ھ) چکھنا
چھتر ، (ھ) سایا-چھتری

ح

حریاج ، (دکنی) حرج
حیاتی ، (دکنی-د-ق) زندگی

خ

خاوند ، (د-ق) مالک
خدیجاں ، (دکنی-پ) ام المومنین
جناب خدیجۃ الکبریٰؓ

د

دُجا-دُجی ، دُوجا-دُوجی ، (پ-دکنی)
دوسرا-دوسری-
دل سات ، (د-ق) دل کے ساتھ-
دل سے-خلوص سے-
دیناں ، (پ) دینا
دَوْر بَروزن اَور ، (ق-ا) دَوڑ
دھائے تھے ، (دکنی-پ) آئے تھے
دھرتری ، (ھ-د) دھرتی-زمین
دھری-دھرے ، (ق-د) رکھی-رکھے
دُھول ، (د-ق-پ) خاک-مٹی
دِھی ، (د-پ) بیٹی
دَھیج ، (د-ق-پ) جہیز
دیاونت ، (ھ) سخی

دیتا ، (د-ق-پ) دیا

دیتاج ، (دکنی) دیا

دیکھیا ، (د-ق-دکنی) دیکھا

دیو ، (ہ) دو

دیوتا ، (د-ق) دیتا

دیوجیو ، (د-ق) دیجیو
ڈھونڈیا ، ڈھونڈا

ر

راکھ ، (د-ق) رکھ

راکھنا ، (د-ق) رکھنا

روھو ، (د-ق) روئے

رہتاج ہوں ، (دکنی) رہتا ہوں

رھیا ہوں ، (د-ق) رہتا ہوں۔
رہا ہوں۔

ز

زوج ، شوہر

س

سات ، (ق-ا) ساتھ

ساتھ ، (ق-ا) سات

ساراں ، (پ-دکنی) حضرت سارا

سانچ ، (د-ق) سچ

سبوں ، (ق-ا) سبھوں-سب کے سب

سبی ، (ق-ا) سب ہی-سبھی

ستر ، پردہ

ستے-ستی-ستیں ، (د-ق-دکنی) سے

سچہ ، (ق-ا) سچ

سکت ، (ہ) طاقت

سکلادیا ، (ق-ا) سکھلادیا

سکل ، (ق-ا) شکل

سکھیا ، (ہ) آرام-چین

سلالۃُ الکِرَامْ ، (ع-مرکب) سرچشمۂ
کرم وبخشش۔

سمرت ، (ہ-سمراٹ) مالکِ کُل۔
شہنشاہ۔

سنگات ، (ہ-سنگت) ساتھ

سنن ، (ق) سننا

سنیا-سنیاج ، (دکنی) سنا

سواری کرنا ، حملہ کرنا

سوپیئے ، (پ) سور ہے
سوپیئ ، (پ) سور ہی

سوئیا ، (ق - دکنی) سویا

سہے ، "مخفّف" - سے ہے

سیج
سیجہ } (د - ق) سے

سیدؔ(پ) سیدھا

سیس ، (د - پ) سر

سیں ، (د - ق) سے

ط

طپین ، (د - ق) تپش

ق

قاطع المقطعات ، (ع - مر)
زوائد و اضافات کا قطع کرنے والا

قمقام ، (ع) دریا -
سردار قوم

ک

کاڑکر ، (ہ) نکال کر

کاج ، (د - ق) کام (کام کاج)

کتا ہے ، کہتا ہے

کتی - کتے ، (د - ق) کتنی - کتنے

کتےّ ، (د - ق) کتنے
کتیّ ، (د - ق) کتنی

کچُ ، (ق - ۱) کچھ

کچاکچ ، (ق - ۱) کھچاکھچ

کدا ، (ق - ۱) گدا یعنی فقیر

کدو ، (دکنی - ق) سونے کی مسہری - پلنگ

کرؔ(پ) گھر

کری - کرسے ، (د - ق) کی - کیسے

کفُو ، (ع) ہمسر - برابر کا -

کلماں ، (پ - دکنی) کلمہ

کن
کناں } (د - ق) قریب - پاس
کنے

کورسی ، (ق ا) کرسی

کوں ، (د-ق) کو

کھاؤتے ، (د-ق-دکنی) کھاتے

کھیی ، (ق-ا) کبھی

کنتاج ، (دکنی) کہتا

کھنی ، کہتی

کھڑیا ، (پ) کھڑا

کہیّا
کھیّا } (د-ق) کہا

کہیّاں ، (د-ق-دکنی) کہیں

کیئا ، (بروزن گیا: د-ق) کہا

کیت ، (د-ق-دکنی) کس کی

کیتا } (پ) کیا
کیتے } (پ) کیے

کیو ، (ق-ا) کیوں

گ

گذریا ، (دکنی) گذرا

گل ، (پ) بات

گھریا ، کھڑا

گھنیر ، (ہ-پ) گمبھیر-سنجیدہ

ل

لاگا } (پ) لگا
لاگے } (پ) لگے

لائیا ، (د-ق) لایا

لکہ ، (د-ق) لاکھ
لوبا ، موٹی چادر
لیو ، (د-ق) لو-لیجیے

لیوتا ، (پ) لیتا-لیا

م

ما ، (ق-ا) ماں

ماریا ، مارا

ماگوں ، (ق-ا) مانگوں

مبرور ، (ع) پاک-نیک

مج ، (ق-ا) مجھ-میرے

مجنبنی ، پسندیدہ
مجکوں ، (ق) مجھ کو

مجہ ، (ق-ا) مجھ

منن ، جمع منت - احسان

مُردا ، (ق-ا) مردہ-میت

مقنعہ ، (ع ۔مقنعہ) ایک عرض کی باریک
چادر ۔ اوڑھنی ۔

مُکھ ، (ہ ۔ق ۔ ا) مکھ ۔چہرہ

ملاعون ، (ق ۔ ا) ملعون

منی
منے } (مخفّف منیں) میں

ملیا ، ملا

موں ، (د ۔ق) میں

مِہان ، (ع) مہ کی جمع ۔ بزرگ

مے ، (ق ۔ ا) میں

میت ، (پ) معشوق ۔ پیارا

ن

ناما ، (ق ۔دکنی) پیغام

نراس ، (ہ ۔نراش) مایوس ۔نااُمید

نئیں ، (پ) نہیں

نیں ، (د ۔ق) نہیں

و

واس ، (دکنی) وہاں

وتنے ، (د ۔ق ۔ہ) اسی قدر ۔ اُتنے

ورے ، (ہ) ادھر ۔ یہاں

وُو ، (ق ۔ ا) وہ

وُہچ ، (دکنی) وہ

وَھی ، (ق ۔ ا) وہیں ۔اسی وقت

وھے ، (ق) وہ ہے

ہ ۔ ھ

ھات ، (ق) ہاتھ

ھت ، (پ) ہاتھ

ھمن ، (د ۔ق ۔دکنی) مبادا ۔ ہم ہیں

ھمہ ، (د ۔ق) ہم کو

ھور ، (پ) اَور

ھویا ، (پ) ہوَا

ھوئی ۔ھوئے ، (پ) ہوئی ۔ ہوئے

ھوئے کر ، (د ۔ق) ہوکر

ھیچ بیچ ، (د ۔ق) نیچ اُونچ ۔اچھا بُرا

ء

ھئی ۔ھئے ، (ق) وہی ۔یہی ۔اسی وقت

ی

یو ، (د ۔ق ۔ہ) یہ

یے ، (ق ۔ ا) یہ

قدیم وجدید املا اور شکلِ حروف میں تغیّر و تبدّل

مخطوطے کے عام حروف کی کشش کی درستی کے علاوہ حسب ذیل مرکب الفاظ کو مفردات میں اور قدیم املے کے انداز کو قاعدۂ جدید کے تحت کتابت کرایا گیا ہے لیکن ہم قافیہ الفاظ کا املا تبدیل نہیں کیا گیا۔

قدیم املا	موجودہ املا	قدیم املا	موجودہ املا
الو۔ الوں	اھوں	کے	کہ
بی	بی بی	کہا یا	کھا یا
بچہ	بیچ (بیچ)	نئیں	نہیں
بھوت۔بھونت	بہت	وُو	وہ
بھوتی	بہت ہی	تھی۔ تھے	یہی
بی	بھی	یہے	یہ۔ یہ ہے
بیچیہ	بیچ	یہا	یہاں
ساتی	ساتھی	یو	یہ
چکو	چکھو	موہنہ	منہہ
کہ	تکے	ہے	ہیں

اس کے علاوہ یائے مجہول اور یائے معروف، نیز کؔ اور گؔ میں امتیاز پیدا کر دیا گیا ہے۔ ٹ اور ڈ پر چار نقطوں کی بجائے "ط" لکھی گئی ہے، جن حروف پر مد (~) نہ تھا لیکن ضرورت تھی، اور جن پر تھا لیکن زائد تھا، ان کا املا تبدیل کر دیا گیا ہے۔

متعلقہ سنین ہجری وعیسوی

۹۵۹	ہجری	۱۵۵۱-۵۲	عیسوی
۹۶۴	"	۱۵۵۶-۵۷	"
۱۰۰۸	"	۱۵۹۹ - ۱۶۰۰	"
۱۰۱۴	"	۱۶۰۵-۶	"
۱۰۱۵	"	۱۶۰۸	"
۱۰۳۰	"	۱۶۲۰-۲۱	"
۱۰۳۵	"	۱۶۲۵-۲۶	"
۱۰۳۷	"	۱۶۲۷-۲۸	"
۱۰۴۰	"	۱۶۳۰-۳۱	"
۱۰۵۲	"	۱۶۴۲	"

۱۰۵۴	ہجری	۱۶۴۴-۴۵	عیسوی
۱۰۵۵	〃	۱۶۴۵	〃
۱۰۶۴	〃	۱۶۵۳-۵۴	〃
۱۰۶۸	〃	۱۶۵۷-۵۸	〃
۱۰۶۹	〃	۱۶۵۸-۵۹	〃
۱۰۷۰	〃	۱۶۵۹-۶۰	〃
۱۰۷۱	〃	۱۶۶۰-۶۱	〃
۱۰۷۴	〃	۱۶۶۳-۶۴	〃
۱۰۷۷	〃	۱۶۶۶-۶۷	〃
۱۰۷۸	〃	۱۶۶۷	〃
۱۰۸۰	〃	۱۶۶۹-۷۰	〃
رجب ۱۱۰۵	〃	فروری ۱۶۹۴	〃
۱۱۰۶	〃	۱۶۹۴-۹۵	〃
۱۱۱۷	〃	۱۷۰۵-۶	〃
۱۱۱۹	〃	۱۷۰۷-۸	〃
۱۱۲۰	〃	۱۷۰۸-۹	〃
۱۱۲۳	〃	۱۷۱۱	〃
۱۱۲۷	〃	۱۷۱۵	〃
۱۱۲۹	〃	۱۷۱۶-۱۷	〃

۱۱۳۰	ہجری	۱۷۱۷-۱۸	عیسوی
۱۱۳۲	〃	۱۷۱۹	〃
۱۱۳۵	〃	۱۷۲۲-۲۳	〃
۱۱۴۲	〃	۱۷۲۹-۳۰	〃
۱۱۵۱	〃	۱۱۳۸-۳۹	〃
۱۱۶۸	〃	۱۷۵۵	〃
۱۲۳۵	〃	۱۸۱۹	〃
رجب ۱۲۸۴	〃	اکتوبر ۱۸۶۷	〃
۱۳۴۶	〃	۱۹۲۸	〃
۱۳۴۷	〃	۱۹۲۹	〃
۱۳۷۱	〃	۱۹۵۱	〃
۱۳۷۴	〃	۱۹۵۴	〃
۱۳۸۶	〃	۱۹۶۶	〃

ماخذ و معاون کتب

۱- آبِ حیات مولانا محمد حسین آزاد

۲- آئینِ اکبری

۳- اُردو کا عروج و زوال (مقالہ) ڈاکٹر مسعود حسین خاں

۴- اردوئے قدیم حکیم شمس اللہ قادری

۵- اردو شہ پارے محی الدین قادری زور

۶- امیر اللغات امیر مینائی

۷- تاریخ واسطیہ رحیم بخش

۸- تاریخ اصغری اصغر علی

۹- تاریخ سادات امروہہ

۱۰- تاریخ فرشتہ

۱۱- تاریخ ابن خلدون

۱۲- تحفۃ الشعرأ مرزا افضل بیگ

۱۳- پنجاب میں اُردو مرتبہ: محمود شیرانی

۱۴- چمنستانِ شعرا مرتبہ: شفیق اورنگ آبادی

۱۵۔ تاریخ زبان اردو ڈاکٹر مسعود حسین خاں
۱۶۔ دکن میں اُردو تالیف : نصیر الدین ہاشمی
۱۷۔ دیوان ہاشمی مرتبہ : ڈاکٹر حفیظ قتیل
۱۸۔ داستان تاریخ اردو حامد حسین قادری
۱۹۔ دکنی ادب کی تاریخ ڈاکٹر محی الدین قادری زورؔ
۲۰۔ سب رس مولوی عبدالحق
۲۱۔ سوداؔ (تحقیق) چاند خاں
۲۲۔ سیر المتاخرین
۲۳۔ طوطی نامہ مرتبہ : میر سعادت علی رضوی
۲۴۔ فرہنگ آصفیہ سید احمد دہلوی
۲۵۔ قدیم اردو (جلد دوم) مسعود حسین خاں
۲۶۔ کدم راؤ پدم راؤ مرتبہ : مختار الدین احمد و مالک رام
۲۷۔ کلیاتِ غواصی مرتبہ : محمد بن عمر
۲۸۔ کلیاتِ محمد قلی قطب شاہ مرتبہ : محی الدین قادری زورؔ
۲۹۔ کلیاتِ بحری ڈاکٹر محمد حفیظ سید
۳۰۔ کلیاتِ سراج مرتبہ : عبدالقادر سروری
۳۱۔ کلیاتِ ولی مرتبہ : ڈاکٹر نور الحسن ہاشمی
۳۲۔ گلشن گفتار خواجہ حامد اورنگ آبادی
۳۳۔ مثنوی قطب مرتبہ ڈاکٹر عبدالحق

۳۴- مثنوی سیف الملوک مرتبہ : میر سعادت علی رضوی

۳۵- مثنوی گلشن عشق مرتبہ : ڈاکٹر عبدالحق

۳۶- مثنوی من گلنار مرتبہ : محمد سخاوت مرزا

۳۷- مخزن نکات قائم چاندپوری

۳۸- معراج العاشقین مرتبہ : ڈاکٹر عبدالحق

۳۹- مقالات حافظ شیرانی

۴۰- منتخب التواریخ ملا عبدالقادر بدایونی

۴۱- نخبۃ التواریخ

۴۲- نصرتی تالیف : ڈاکٹر عبدالحق

۴۳- نور اللغات نور الحسن نیر لکھنوی

۴۴- نفائس اللغات اوحدالدین احمد بلگرامی

۴۵- ہندوستانی لسانیات ڈاکٹر محی الدین قادری زورؔ

۴۶- ہندوستانی لسانیات کا خاکہ (ترجمہ) سید احتشام حسین

۴۷- پلاٹس ڈکشنری

۴۸- گنج الاسرار (اردو کی ایک قدیم مثنوی) مقالہ "گوہر نوشاہی"

٭

فہرست عناوین

٭

طرح طرح کے اثر قبول کر رہی تھی ۔ اس لحاظ سے دیکھا جائے تو اسمٰعیل کی شاعری کی لسانی اہمیت بہت بڑھ جاتی ہے ۔ وہ غالباً شمالی ہند کے اولین قابل ذکر اردو شاعر ہیں ۔

ان مثنویوں 'وفات نامۂ بی بی فاطمہ' اور 'معجزۂ انار' کے موضوعات کا تعلق چونکہ بنیادی طور پر مذہبی عقاید سے ہے اس لیے ان میں تغزل کی رنگارنگی اور تخیل کی جولانی تو بے شک نہیں لیکن اسمٰعیل کے انداز بیان کی سلاست اور متانت قابل داد ہے ۔

قدیم مخطوطوں کو صحیح صحیح پڑھنا اور سمجھنا نہایت ادق کام ہے ۔ ان مثنویوں کو نائب حسین نقوی نے بڑی محنت اور توجہ سے مرتب کیا ہے اور متن کی صحت کا پورا پورا خیال رکھا ہے ۔ بلا خوف تردید کہا جا سکتا ہے کہ یہ کتاب اردو ادب کے ابتدائی دور کی تاریخ میں ایک گراں قدر اضافہ ہے ۔

محمد سلیم الرحمٰن

مطبوعات

اردو کے کلا... ڈرامے

مرتبہ : سید امتیاز علی تاج

۱ - بمبئی کا ابتدائی اردو ڈراما (خورشید)	10.00
۲ - آرام کے ڈرامے (حصہ اول)	12.00
۳ - آرام کے ڈرامے (حصہ دوم)	10.00
۴ - ظریف کے ڈرامے	12.00
۵ - رونق کے ڈرامے (حصہ اول)	10.00
۶ - رونق کے ڈرامے (حصہ دوم)	10.00

غالبیات

۱ - دیوان غالب نسخہ حمیدیہ ، مرتبہ : پروفیسر حمید احمد خاں	15.00
۲ - دیوان غالب نسخہ شیرانی (عکسی)	15.00
۳ - آردوئے معلیٰ ، مرتبہ : مرتضیٰ حسین فاضل	30.00

مقالات

۱ - مقالات عرشی : امتیاز علی خاں عرشی	25.00
۲ - مقالات شیرانی (جلد سوم) مرتبہ : مظہر محمود شیرانی	12.00

کلیات و دواوین

۱ - کلیات انشا (جلد اول) مرتبہ : خلیل الرحمٰن داؤدی	10.00
۲ - کلیات نظم حالی (جلد دوم) مرتبہ : افتخار احمد صدیقی	9.00

مطبع : قوسین (شرکت محدود)
تھارنٹن روڈ ، لاہور